

اس ناول کے نام و مقام، کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے احوال
کے نام سرخی ہیں

مکمل سیٹ :

- ۱۔ سر زنگی موت
- ۲۔ تحریک دھاریاں
- ۳۔ جرنلک اور ناخ

پیشتر سلطانہ محمد
پیشتر حمایت اسلام پریس

زیر اہتمام، کتابی دنیا میکلو ورڈ لیبز

پیشتر سے

میں (اندازہ غلط نہیں تھا) کالی کشاں، ہند تو ضرور
کی گئی۔ لیکن پیشتر خطروں میں اس بات کا شکوکہ کیا گیا ہے کہ کہانی کے
ساتھ لپکاؤ اور انسانیت میں ہو سکا۔ میں نے خود ہی عرض کر دیا تھا کہ لعین
حقوق کی تفصیل کہانی کا تلف و دو بالہ کرتی ہے۔ غیر آپ سر زنگی موت
ملاحظہ فرمائیے۔ یہ کہانی عام شادی تو کیا صرف ایک عذر خاص نمبر
کے بس کا بھی ہو رہی نہیں۔ لہذا پچھلی اور آپ کی متعدد دفرائشات
میں پوری ہو جائیں گی۔ یہ کتاب تو محض پیشتر ہے !
اور میں ! شاید میں نے پچھلی کتاب کے پیشتر میں رحمان جانا
کا انہالی نام لکھ کر رحمان لکھ دیا تھا۔ اس پر میرے پیشتر سے پڑھنے
والوں نے لاپرواہی سے کہ ان کا نام فضل الرحمن (الیت رحمن) ہے
پڑھنے ہی میں، مجھے پہلا ان کے انہالی اور داہیہالی جھگڑوں سے
کیا سہ و کار۔ یہ پہلے تو ان کے طوا اور نا کے درمیان چلتا تھا
نامہ کریم، کبک کرکاتے تھے اور داوا، فضلہ، کبک۔۔۔۔۔ مجھے
پیشتر میں کچھ وقت ناہالی ہی لایا دیا تھا۔۔۔ غیر۔ اگر آپ بھی

اُن کے دادا ہی کے طرفدار ہیں تو مجھے کیا ۔۔۔ الیغ رحمان ۔۔۔ کچھ ہی ۔۔۔
 لیکن میں اُن صاحب کی فرمائش ہرگز نہیں ٹھیکری کر سکتا جنہوں نے
 کیپٹن فیاض کی بیوی کا نام لے لیا ہے ۔۔۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ برائی ہو نہیں
 کے نام لایا در کھتا پھروں ۔۔۔ ویسے اس کہانی میں کیپٹن فیاض پر ایسی پتا
 پڑی ہے کہ خود بھی بیوی کا نام قبول کئے ہیں مجھے کہاں سے اور مگ ۔۔۔
 جہاں امتحان د لیا کیجئے : کہاں تک یاد رکھوں ۔۔۔ ویسے یاد پڑا
 ہے کہ کسی کتاب میں فیاض کی بیوی کا بھی نام آیا تھا ۔۔۔ :

سنگ ہی اور تھر بیسی کی والیسی کے خواہشمندوں سے گزارش ہے
 کہ آگے آگے دیکھئے ۔۔۔ دلی گیت نہیں ۔۔۔ بلکہ شہر عمر مراد ہے !
 ایک صاحب نے عمران سیریز کے آئرن جوبلی ٹریک کے پاس میں لکھا
 ہے کہ کہیں وہ پتھر آہ آئرن جوبلی انفرنڈ ثابت ہو جائیں گے رہیں ۔
 ابھی بہت دن ہیں ۔ انشاء اللہ آگے فصیح ناول کی شکل میں پیش کر دینا
 بشرط حیات وہ میری ناول نگاری کا سطور جوبلی ٹریک بھی ہو گا ۔ !

ابن صفی
 ۲۱
 ۷
 ۱۰۰



کیپٹن فیاض نے ایک ماہ کی چھٹی لی تھی اور سارا دان کے
 جنگل میں منگل مارا تھا ۔ یعنی وہ شکار کا سیزن تھا ۔ اور شکار کا سیزن
 سارا دان کے جنگل کو دھماکوں کا شہر بنا دیتا تھا ۔ جیترا شکاری یہاں پہنچ
 کرتے تھے ۔ ہر طرف نیسے ہی نیسے نظر آتے ۔ لیکن شکار وہی لوگ کر پاتے تھے
 جنہیں مقامی شکار کھلانے والوں کا تعاون حاصل ہو جاتا تھا ۔

سیزن کی ابتداء میں ان لوگوں کا کاما عدہ طور پر نیلام ہوتا تھا ۔ بسا اوقات
 اتنی بڑی بڑی بولیاں لگتیں کہ شکار یوں کو پسینہ آ جاتا ۔ اور زیادہ تر شکاری ان
 کی خدمات سے محروم ہو جاتے تھے ۔ لہذا انہیں صرف کچنگ ہی پر اکتفا کرنا
 پڑتا ۔ شکار خواب و خیال ہو کر رہ جاتا ۔

پیشہ ور شکار کھلانے والے مانتے تھے کہ جنگل کے کن حصوں میں شکار
 ہو سکتا تھا ۔ اور پھر ان کی رہنمائی کے بغیر جنگل جانے کا بھی اندیشہ رہتا تھا
 اور کیپٹن تک والیسی ناممکن اور نہیں البتہ مشکل ضرور ہو جاتی تھی ۔

اس بار کسپٹن فیاض اپنی پارٹی سمیت دراور سے پہونچا تھا اور سامنے
شکار کھلانے والے پہلے ہی کام سے لگ چکے تھے کسی طرح بھی کوئی ایسا آدمی
مل سکا جو جنگل میں ان کی رہنمائی کر سکا، لہذا اُس کی پارٹی صرف کچنک
منار ہی تھی۔

کسپٹن فیاض یہاں پہلی بار نہیں آیا تھا لیکن اُسے لیکن تھا کہ وہ محض
اپنی یادداشت کے سہارے اُن مقامات تک نہیں پہونچ سکتا جہاں پہلے ہی شکار
کھیل چکا تھا۔ سارا دان کا جنگل کچھ ایسا ہی تھا۔

پارٹی میں ایک خان صاحب ایسے بھی تھے جنہیں ایک دن تو آگیا، کہنے
لگے "میاں جنگلوں کا کٹرا ہوں، یہ عزیزم سارا دان کس شاد و قطار میں ہیں۔
افریقہ کے جنگلوں میں شکار کھیل چکا ہوں۔۔۔ وہ شکاری ہی کیا جو روئیدگی
کی زبان نہ سمجھ سکے۔۔۔"

"روئیدگی کی زبان؟" کسی نے حیرت سے کہا "یہ کیا ہوتی ہے خان صاحب؟
"جنگل میں پانی جالے والی نباتات راستہ بتاتی ہے۔ درخت مسدود گشتیاں
کرتے ہیں۔ بلود سے اشارہ کرتے ہیں۔ بس کہنے والا ہونا چاہیے۔"

دست بکواس کرو۔ "فیاض نے برا سامنے ہٹا کر کہا۔
"لو بھئی۔ ایسے ایسے بخر ہمارے گم ہو جائیں گے تو پھر بس
اللہ ہی حافظ ہے۔"

"بکواس نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔"
"کسپٹن فیاض صاحب! میں یہ انشی شکاری ہوں۔"

در حکیم لقمان کے بارے میں سننا تھا کہ جڑی بوٹیاں انھیں اپنے خواص بتا
دیا کرتی تھیں۔ یا پھر یہ پیدا ہوئے ہیں نباتات کی زبان کہنے والے۔"
"پستان صاحب! اتفاقاً نہ باشد؟ خان صاحب ہنسا کر بولے۔

"میں نے آپ کو دکھا تو نہیں، بسم اللہ شہر لیت لے جاتے۔ جب
نباتات پوری معلومات فراہم کر دیں تو واپس آکر میں بھی لے جائے گا۔"
"تو گویا میں واقعی بکواس کروں ہوں؟" خان صاحب آنکھیں نکال کر بولے
"جی نہیں، مستند آپ کا ارشاد۔۔۔ لیکن پہلے آپ کچھ شکار کر لیتے، اُسکے
بعد ہم آج رہنمائی قبول کریں گے۔"

"آؤ دو بارے ہو پارے۔۔۔ اچھا میں تنہا ہی جا رہا ہوں۔۔۔ کچھ نہ کچھ لیکر
ہی واپس آؤں گا۔"

"کیوں کر بڑے کلانے بن ویاہیں۔ کیا پہلے بھی کبھی اور آچکے ہو۔"
"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم دیکھ لینا؟ خان صاحب کس قدر نرم
پڑتے ہوئے بولے۔

بہر حال انھوں نے شکار کا حقیقہ اُٹھا اُٹھا۔ رات نکل کا نہرے سے لٹکانی
تھی اور نیکل کوڑے ہوئے تھے۔ دو سرے ساتھیوں نے بھی انھیں اس سے
باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن کون سنا ہے؟ فیاض خاموش ہی رہا تھا اپنی
طرح جانتا تھا کہ جنگلی گے اور کچھ دوسرے شکاریوں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح کھپ
میں واپس آجائیں گے۔ ابھی تک ایسا ہوا نہیں تھا کہ کوئی انماری شکاری بھی اہل
ہی منظور وافر ہو گیا ہو۔ وہ چار دن بعد کسپٹن تک پہونچ ہی جاتا تھا۔

رات تک خان صاحب کی داپسی نہ ہوئی تو خواہ مخواہ کی بدترنگی پیدا ہو گئی۔
وہ خان صاحب ہی کے ہاتھ میں سوچے جاسے تھے اور سارا دان کے جنگلوں کی
پُرانی کہانیاں اُنھوں پر ہی تھیں۔ حشرات الارض سے لیکر سموت پریت تک کی
کلاسیکی کہانیاں۔

"میلو سواد۔۔۔" کسی نے غمگینی بولی تو آواز میں کہا "صبح آکر وہ اطلاع
دیں گے کہ انھیں غم پری آٹھا کر لے گئی تھی۔"

”تب پھر شام ہی دے اُسے چھوڑ کر واپس آئیں، دو سہ ہوا۔
 واپس آئے۔ پتا نہیں چھپائے پر کیا گزری ہو۔“ تیسری
 آواز آئی۔

”اُسہوں نے نہ نہ پڑا ہوا لٹکا ہے، اور سراپہ رہ گزرا دینے کی وجہ سے
 غم میں تار پڑی تھی۔“

باہر کہیں لادکیل رہے تھے اور کہیں پٹریو دیکس کی روشنی بے کراں تاریکی
 میں اُتھ پاؤں مار رہی تھی۔

جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا، کبھی کبھی جانوروں کی آوازیں دور تک سنائے
 میں لڑائی پل جاتی۔

کچھ دیر پہلے شکاریوں نے خاص رنگ ریاں منائی تھیں۔ کہیں موسیقی کا جھلپ
 جی تھیں۔ اور کچھیں نعلین اُتارنے کا آکھاڑا لگتا تھا۔۔۔ لیکن اب صرٹ و د

روشنیاں باقی تھیں جنہیں رات بھر تاتم رکھ چکی جانوروں کو اس عارضی لہتی
 سے دور رکھتا تھا۔ فیاض کے غم میں بھی خزانے کو بچنے لگے۔

پھر اچانک وہ سب جاگ پڑے تھے۔۔۔ باہر شور مچ رہا تھا، بڑھکلا کر
 غم سے باہر نکل آئے۔۔۔

بہت تیز جواہل رہی تھی۔ اور کئی غمے دھڑا دھڑل رہے تھے؛
 ”گرا دے۔ جلدی سے خیر گرا دے۔۔۔“ فیاض ملق پھاڑ کر چیخا تھا۔ پھر

جلدی جلدی غمے کی طمانی کاٹی جانے لگی تھیں۔
 ”تھوڑی دیر بعد آگ پر قابو پا لیا گیا تھا، اور آگ لگنے کی وجہ سے جھلپ

میں چھان بین نہیں کی گئی تھی، سیکو کو جو توصاف ظاہر تھی۔ اب لادکیل رہے
 تھے۔ اچانک جواہر جواہر اور چنگا لیاں اور کڑیوں پر گریں اور جہونا تھا۔

ہو گیا۔۔۔

صوت مانی نقصان ہوا تھا، زندگیوں محفوظ تھیں۔ الاؤ ٹھنڈے کر دینے
 گئے۔ اور پھر دباں مٹکا تاریکی ہو گئی تھی۔ لیکن اس عادت کے بعد شام ہی
 کہیں کو غنیمت آگئی ہو۔

دوسری سہوہ خیمے دوبارہ نصب کر دیے گئے تھے جنہیں پہلی رات کو گرا دیا گیا تھا۔
 ایک طرف یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف کچھ فیاض خان صاحب

کے باغے میں دوسری پار غنیمت کے افراد سے پوچھ کچھ کر رہا تھا۔۔۔ کچھ شکاری رات
 گئے واپس بھی آئے تھے۔ لیکن کسی نے بھی فیاض کے بیان کردہ جیلے والے آدمی سے

متعلق کچھ نہ بتایا۔

پھر دو پہر تک فیاض نے ایک ایسے میڈ ور شکاری کو تلاش کر لینے میں کامیابی
 حاصل کر لی تھی جس نے تین گنا معاوضے پر اُن کے ساتھ جا بے پر رضامندی

ظاہر کر دی تھی۔

فیاض نے اپنی پارٹی سے صرف ایک آدمی کو ساتھ لیا تھا۔ اور پیشہ ور شکاری
 سمیت خان صاحب کی تلاش میں روانہ ہو گیا تھا۔

”خود بخود اس شخص نے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔“ فیاض کے ساتھی نے کہا
 تھا۔ یہ ایک جوان العرا خچر تھا۔۔۔ ارشد نام تھا۔۔۔ اور شکار کے

خطہ میں بڑی طرح مبتلا تھا۔۔۔

”قلیل بول مجھے۔“ فیاض بولا۔ ”خان صاحب کے قول کی تردید نہیں
 کر لی جاوے تھی۔ بات وہی ختم ہو جاتی۔“

”ان کا نام پتہ میری کچھ میں نہیں آیا۔“
 ”سچی خبر سے ہیں۔“ فیاض بڑا سا بڑھکا بولا۔
 ”کیا واقعی افریقہ کے جنگلوں میں شکار کھیل چکے ہیں۔؟“
 ”خدا جانتے۔۔۔ تین سال سے زیادہ دل واقفیت نہیں ہے۔“

و فتنہ شکاری چلے چلے رک گیا :-

کیا بات ہے :- فیاض نے پوچھا :-

”دراستہ چنے دیجئے کہ وہ کدھر گئے ہر گے :- شکاری بولا :- کیا وہ

پہلے بھی کسی اور جگہ تھے :-

”میں نہیں جانتا ؛ مگر ساتھ پہلی بار آئے تھے :-

”خود اُنکے ہون گے :- شکاری نے کہا :- ”وہ نہ اس طرح تنہا نہ نکل

کھڑے ہوتے :-

”جہاں تم بھی تصور کرو کہ وہ ابھر کبھی نہیں آتے تھے :-

”اگر میں یہ تصور کروں جناب تو میرے فرشتے بھی اُن کا پتا نہ لگا سکیں گے

اتنا بڑا جنگل ہے :-

”اچھا تو پھر جس طرح مناسب سمجھو :-

”یہی فرض کرنا پڑے گا کہ وہ پہلے بھی کسی اور جگہ تھے :- اس طرح

صحت کا یقین کرنے میں مدد ملے گی :-

فیاض کچھ نہ بولا ۔ تھوڑی دیر بعد شکاری ایک طرف چلے لگا تھا :-

ارشاد نے فیاض کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی تھی اور بولا تھا :- ”میں بھی

پہلی ہی بار آیا ہوں :-

فیاض کچھ کہے بغیر شکاری کے پیچھے چلا رہا :- تھوڑی دیر بعد شکاری

نے پوچھا :- ”صاحب آپ کا خیر تو محفوظ رہا تھا :-

”میر وقت آ نکھ کھل گئی تھی ؛ خمیر گرا دیا ۔ وہ نہ شاید وہ بھی محفوظ نہ

رہتا :-

”رہتا نہیں کون کھت تھا :-

”اُدھ :- تو کیا آگ لگا گئی تھی :-

”جی ہاں :- حالانکہ ہوا تیز تھی ؛ لیکن یقین جانیے کہ آگ کسی الاؤ کی چٹکاری

نے نہیں بھڑکائی تھی :-

”کوئی خاص دلیل رکھتے ہو اس سلسلے میں :-

”ارے صاحب ؛ تیل میں ڈوبے ہوئے کپڑے کے گرے جلتے ہیں جنہیں

استعمال نہیں کیا جا سکتا ؛ اتنے ہی گرلوں سے کام چل گیا تھا جنہیں آگ

لگا کر خیموں پر پھینک دیا تھا :-

”بالکل نئی بات ؛ پہلے تو کبھی سننے میں نہیں آیا کہ یہاں ایسا کوئی واقعہ

ہوا ہو :-

”و اگر وہ گولے نہ چلتے تو یہ حادثہ اتفاقاً ہی قرار پاتا :-

”تو پھر کہیں یہ روز کا کھیل نہ بن جائے :- فیاض بولا :-

”اب مشکل ہے اگرچہ کوس دہیں گے ۔ کچھ جاگیں گے اور کچھ سوئیں گے ؛

”آخر وہ بھی تم کا آری بڑھا جس سے یہ حرکت سرزد ہوگی ؛ ارشد بولا :-

”اچھے سمجھ لو کہ میں با اوقات تنگ جاتے ہیں یہ شکاری نے کہا :- اور

پھر رُک گیا :-

یہاں آس پاس چند اونچے درخت تھے اور دور تک قیام نہ تھا

کبھی ہوتی تھیں :-

”بیرا خیال ہے کہ اب میری درخت پر چڑھ کر دیکھوں :-

”مزدرد ۔ ضرور :- فیاض تیزاری سے بولا :-

شکاری درخت پر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا تھا ؛ فیاض نے جیب سے

سگریٹ کا پیکٹ نکالا :-

”کے پستان صاحب ؛ کرسی ہو گئی ماری تفریح :- ارشد نے کہا :-

”میرا مقصد بھی صرف آؤ تنگ تھا ؛ شکار نہ ہوا :- فیاض نے

کہا اور سرگٹ سا کیت اس کی طرف بڑھا دیا۔

پھر دونوں نے سرگٹ منگائے تھے اور شکاری کو درخت پر چڑھتے دیکھتے

بہتے تھے۔

میرا خیال ہے کہ خان صاحب کہیں بات کی وفالی سننے بیٹھ گئے ہوں گے۔

لو ارشد نے کہا۔

”جسٹارنا معقولوں سے سابقہ بڑھ چکا ہے لیکن یہ خان صاحب اپنی نوعیت

کے ایک ہی نیکلے۔“

”کرتے کیا ہیں۔“ ارشد نے پوچھا۔

”شہر میں کئی بڑی عمارتوں کے مالک ہیں۔ ہزاروں روپے مالانہ کرے آتا ہے

اس نے باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔“

”مجھے ہاتھی کے شکار کا قیاس سنا ہے تھے۔“ ارشد بولا۔ ”ماتا چرے کا کار

اچھے داستان گو ہیں۔ پورا نقشہ کھینچ دیتے ہیں۔“

شکاری درخت کی استہانی اور چٹانی پر سہو بچ کر چاروں طرف نظر ڈال رہا تھا۔

”دیکھو میں اس بار شروع ہی سے عجیب طرح کی غلش ذہن میں موجود رہا

ہے۔“ فیاض بولا۔

”اس سے تو بہتر تھا کہ مسلسل سفر کرتے رہتے۔“

”یوں بھی کیا کرتے تھے۔۔۔ اگر یہ لائق آدمی۔۔۔“

”ارے وہ آگ والی بات تو رہی گئی۔“ دہشت ارشد نے موضوع بدل دیا۔

”اگر شکاری کا بیان درست ہے تو یہ کسی شریر آدمی کی حرکت معلوم ہوتی ہے

بعض لوگ دوسروں کی سرسبکی سے لطف اندوز ہونے کیلئے ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔

”میں نے بھی شکاری درخت سے آگیا اور شمال مغرب کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا

”اُدھر دیکھا جائیے۔ ممکن ہے آپ کا آدمی اُدھر ہی نکل گیا ہو۔ اگر ایسا ہوا

ہے تو وہ پسلی کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔

”کیوں۔“ فیاض چونک پڑا۔

”ابھی حال ہی میں اُدھر دلدل دریافت ہوئی ہے۔“

”دلدل دریافت ہوئی ہے۔“ فیاض کے بچے میں حیرت تھی:

”جی ہاں۔“ مستر مائیکس راج لاگ کا ٹکڑا ہے۔“

”کیا پہلے اس کا علم نہیں تھا کسی کو۔“

”جی نہیں۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔“

”تمہیں معلوم ہے کہ دلدل کہاں سے شروع ہوتی ہے۔“ ارشد نے پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔ اب ہم لوگوں نے وہاں نشانیاں قائم کر دی ہیں۔“

”سوال یہ ہے کہ جاکم کیسے دریافت ہوئی۔“

”یہ تو میں نہیں جانتا۔“

”چلو۔۔۔ تو سمجھتے ہیں۔“ فیاض بولا۔

”میں اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔“ ارشد نے طریقہ بیان کر دیا۔

”ان لوگوں نے نشانیاں قائم کر دی ہیں۔“ فیاض بولا۔

”اگر خان صاحب دلدل ہی کی نذر ہوتے ہیں تو اب ان کا سراغ نہیں

لے گا۔ لہذا محض دلدل کی زیارت کر لینے سے کیا فائدہ۔“

”آپ کی بات بھی ٹھیک ہی ہے۔“ شکاری بولا۔

”اگر ٹھیک ہے تو پھر نہیں دلدل کا ذکر ہی کرنا چاہیے تھا۔“

”یہ بات تو ابھی ابھی ان صاحب نے سمجھائی ہے۔۔۔ واقعی اگر آپ کا حق

کو دلدل ہی نکلے جسکی سے تو اب سسراٹ نہیں ملے گا۔“

”اچھی بات ہے۔ تو اب اُدھر لے چلو۔۔۔ جہرہ شکار ہوتا ہے۔“

فیاض نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا۔ "اے میں تو یہ وقت یونی کیوں ضائع ہوں !
 " یہ بات تو میں نے پہلے بھی آپ سے کہی تھی کہ اگر راستہ سمجھنے میں تو کسی
 کی بات کی کے ساتھ واپس آجائیں گے۔"
 " چلو میں ختم کروں اپنے کو۔ شکار ہو گا۔"
 انھوں نے شمال مشرقی سمت رخ کیا تھا۔
 " ادھر پہلے سے ہیں گے۔ ایک جھیل ہے۔" شکاری لولا۔
 " ایسا ہی شکاری ہونا چاہیے کہ آج وہی وہی ہو جائے۔" ارشد نے کہا۔
 " جھیل زیادہ دیر نہیں ہے۔"

تھوڑی دیر بعد انھوں نے فاروں کی آوازیں سنیں۔ شاید جھیل میں
 شکار ہو رہا تھا۔

دکشتیاں مل جاتی ہیں۔ فیاض نے پوچھا۔

" جی ہاں۔۔۔ جھیل کے آس پاس مائی گئے آباد ہیں۔"

" اسے۔۔۔ ارشد چلے چلے کر گیا۔

" کیوں۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔؟ فیاض اسے گھورتا ہوا لولا۔

" وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ دیکھتے۔۔۔ ادھر۔۔۔؟

فیاض نے اٹھتے ہوئے ہاتھ کا سمت دیکھا تھا۔ اور ششک گیا تھا شکاری
 بھی ترک کر ادھر ہی دیکھنے لگا۔

جھاڑیوں سے کوئی رنجین شے جھانک رہی تھی۔ شکاری آہستہ
 آن کے قریب پہنچ گیا اور آہستہ سے لولا۔

" پہلے پتھر پھینکے۔۔۔ چنا نہیں کیا چیز ہے۔۔۔؟

ارشد نے پتھر آشکار جھاڑیوں میں پھینکا تھا ! لیکن اس شے نے اپنی جگہ
 سے جنبش بھی نہ کی !

اب وہ آہستہ آہستہ جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ فیاض نے ہولٹ سے لولا
 نکال لیا تھا۔

قریب پہنچ کر شکاری نے رائفل کے کندے سے جھاڑیاں ہٹائیں !

" خدا کی سناہ۔۔۔" وہ اچھل کر تھپے پہٹ آیا۔

کیپٹن فیاض اسے سامنے سے بٹا آہرا آگے بڑھا ! ادھر اس کی آنکھیں

بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ جھاڑیوں میں ایک برسند آدمی آوندھا پڑا

ہوا نظر آیا۔ جس کے پورے جسم پر بڑی، بڑی اور مدھرخ دھاریاں تھیں۔ ایسی دھاریاں

جن میں کشیدگی ہے قاعدگی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی

آرٹسٹ نے فاصلوں کی عیاںتش پر خصوصی توجہ دیکر اپنی چاکرستی کا مظاہرہ

کیا ہے۔

گشت چومنت کا آدمی تھا لیکن مروجہ۔

" یہ۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔ شکاری ہکلا یا۔ اس کی تو گھٹکی بندھ

گئی تھی۔

" کسی غیر معمولی آدمی کی لاش :۔ فیاض جھک کر لاش کا محکم ٹٹوٹا ہوا لولا پھر

اس نے اسے سہا جاکر اٹھا۔

" درد نہیں ! تم دونوں قریب آ جاؤ۔ یہ مر چکا ہے۔ صحت نہیں ہے۔۔۔

فیاض نے کہا۔

" مل۔۔۔ لیکن۔ اس کی رنگت :۔ ارشد نے کہا جو بڑی طرح ہانپ رہا تھا۔

" غیر معمولی :۔ فیاض رنجین دھاریوں کو آنکھ سے گھستا ہوا لولا تھا پھر

وہ گفتگو کے بل بیٹھ گیا تھا اور جھک کر ان دھاریوں کو بغور دیکھنے لگا تھا۔

" حیرت انگیز۔۔۔ اس نے سر سر کی گت سے عالم میں کہا۔ یہ دھاریاں

بالکل برقی نہیں معلوم ہوتیں۔۔۔ بلکہ قدرتی ہیں۔"

ایک میز پر آٹھ اور چار استاد نظر آ رہے تھے۔

”سب متوجہ ہیں تمہاری طرف۔“ بوڑھے نے عورت سے کہا۔ بس ایک دی نہیں ہے، اس طرح سر جھکاتے بیٹھا ہے جیسے مرنے کا سانس پھینکے پینا ہوا ہے۔“

”کس بات کر رہے ہو۔“ عورت چونک کر کہہ رہی تھی۔

”اُدھر بائیں جانب دیکھو۔ اپنی میز پر تنہا ہے۔“

”اُدھ۔“ وہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”صورت سے بھی احمق اور سیدھا سا دھا گلتا ہے۔“

”لیکن خوبصورت بھی ہے۔“ عورت مسکرائی۔

”اُلو۔ ایسا ہی کچھ ہے۔“ بوڑھے نے بے دلی سے کہا۔

”تو پھر کسا خیال ہے۔“ عورت اس تنہا آدمی کو غور سے دیکھتے ہوئی بولی۔
”جود دوسروں کی طرح اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔“

”اسے تمہاری طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ وہ نہ میری کلاس کا پر حوت آئے گا۔“ بوڑھے نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔

”میں کام کے آدمی کا ماش ہے۔“ عورت آہستہ سے بولی۔

”اگر وہ خود کام کا نہ ہوا تو اس کے توسط سے دوسرے مل جائیں گے۔“

”تم جانی۔“

”اُدھ تو کیا تم کسی ہند سے ملے اسول کے تحت کام کرتے رہے ہو۔“

”میرا یہ مطلب نہیں تھا۔“

”پھر کیا مطلب تھا۔“

”کچھ بھی نہیں۔“

”سنو۔ وہ عورت سے ہی احمق لگ رہا ہے اور میں فی الحال کسی کھمدار

لاش کی مشیاں بندھتیں اور ایسا لگتا تھا جیسے اُن کے اندر کچھ موجود ہو۔
فیاض نے بہت مشیاں کھڑی تھیں اور اُن میں سے ایک سے تیل میں بیگنی
بھرنے کی کپڑے پر آدھ بھرنے لگی تھی اور دوسری سے مایاں کڑ بیا۔

فیاض نے شکاری کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلکا کر بولا۔

”بیکل اسٹیٹم کے گرنے کے لیے تھے۔“ ایک تھیلے سے نکلتے ہوئے۔

”تو پچھلی رات وہ آگ اس نے لگا دی تھی۔“ فیاض غریب سانس لے کر بولا اور

ایک بار پھر آگ آٹھویں بھاڑ بھاڑ کر دیکھنے لگا۔

”لال۔ لیکن۔ یہ مرا کیسے۔“ شکاری کی آواز کانپ رہی تھی۔

”بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی۔“ نگولی کا زخم ہے اور نہ کہیں کسی چوٹ

کا نشان۔“

”اور یہ دھار اُن قدر تیز ہیں۔“ ارشد نے ایک بار پھر نصیحتی چاہی۔

”ایسا ہی لگتا ہے۔“

”مگر یہ کون۔“

فیاض نے شکاری کی طرف دیکھا لیکن شاید اس دھاری دار چہرے کے

خود حال اس کے لئے بھی غیر مانوس تھے۔ اس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی۔

وہ ایک مختصر آدمی تھا۔ لیکن اس کی سامنے نہ صرف جوان بلکہ پھر خوبصورت
بھی تھی۔ اس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی نظریں بار بار اس کی طرف اٹھتی تھیں۔
کینے کر لین کے چہرے سے دل میں غائب گئی تھیں۔ زیادہ لوگ موجود تھے۔ ایک

آدمی سے اپنے تجربے کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔ ذہین آدمیوں کو ڈھب پر لانے
میں دشواری پیش آتی ہے۔
"ٹھیک ہے۔ لیکن وہ تو دھروں کی سی نہیں رہا۔"
"زیادہ سستی متوجہ کروں گا۔"
"وہ کس طرح۔۔۔؟"
"ابھی بتا ہوں ذرا اُسے کافی کاپ خالی کر لینے دو۔"
"کہیں بات کچھ کی کچھ نہ ہو جائے۔"
"ہیں اب اس سلسلے میں کچھ نہ کہتا۔ بوڑھا پھر جھنجھلا گیا۔
"تو اس میں نا افسانہ جو لے کر کیا بات ہے۔"
"بجٹ نہیں۔۔۔ تمہیں صرت میرے احکامات کی تعمیل کرنی ہے۔"
"جو اندیشہ پیدا ہوں ان کا اظہار کر دینا افسرانی تو نہیں ہو سکتی۔"
"دشواری یہ ہے کہ تم بہت بولتی ہو۔"
"بولنے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے۔"
"ہیں۔ اب خاموش ہو۔"
"اچھی بات ہے۔"
"بوڑھا اٹھ اٹھا اور سیدھا اُس تنہا آدمی کی میز کی طرف چلا گیا تھا۔
"معات کیجئے گا۔" وہ اُس کی طرف ٹھیک کر بولا۔
"سنگ۔ سیوں۔" وہ اچھل پڑا۔ اندازاً یہاں ہی تھا جیسے ڈر گیا ہو۔
"کیا آپ تنہا ہیں۔۔۔؟"
"جی۔۔۔ جی ہاں۔۔۔ بالکل۔"
"تو ہماری میز پر چلیئے۔"
"سنگ۔ سیوں۔؟"

"وہ ہے میری میز۔"
"اب وہ اُس طرف متوجہ ہوا تھا۔ اور اُس عورت پر بھی نظر پڑی تھی جسے
ال کے سامنے افراد گھومنے جا رہے تھے۔
"تنت۔۔۔ تو۔۔۔ پھر۔۔۔؟"
"مطلب یہ کہ تم بھی تنہا ہی بیٹا اور اس خیر خواہ اجنبی۔۔۔ وہ میری
میز پر ہے۔۔۔۔"
"جیوی! اُس نے ایسے انداز میں دُسر اُجا جیسے جوی نہیں ملک الموت ہو!
"جی ہاں۔۔۔ ہم بڑی تنہا ہی محسوس کر رہے ہیں۔۔۔۔"
"تنت۔۔۔ تو۔۔۔ پھر۔۔۔؟"
"کہا۔۔۔ نا کہ میری میز پر چلیئے۔۔۔ دونوں کی تنہائی رفع ہو جائے گی۔"
"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔" وہ کہہ کر دوبارہ اُجھٹا نظر آنے لگا تھا۔۔۔ میٹر
کو اشارہ کر کے وہ اُٹھا تھا اور بوڑھے کے ساتھ اُس کی میز پر چلا آیا تھا۔
"لیکن اس طرح سرسراہٹا جیسے کوئی مجرم کر چکا ہو۔"
"آپ تو کچھ بولتے ہی نہیں۔۔۔ بوڑھے نے کہا۔
"تم کیا بولو۔۔۔۔؟"
"اپنا تعارف کی کر دیجئے۔"
"اُوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ میرا نام علی عمران ہے۔"
"اور میں ضحیم اشرف ہوں۔۔۔ یہ میرا مشرف۔۔۔۔"
"جی بہت خوشی ہوئی۔"
"ان کی طرف دیکھتے تھے تو۔۔۔"
"کتن کی طرف۔"
"میری میری کی طرف۔"

م جی بہت اچھا۔۔۔ عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔۔۔ اُس کی
 بیوی کی طرف دیکھا اور شرمناک سر جھکا لیا۔
 عورت بوڑھے کو آنکھ اکر سسکا لیتی تھی۔
 ”آپ عیب آدمی ہیں، بوڑھے نے کہا۔
 ”جی میں نہیں سمجھا۔“
 ”اس قدر شرمیلے کیوں ہیں۔“
 ”والد صاحب کہتے ہیں کہ حیا نصف ایمان ہے۔“
 ”وہ دوسرے معنوں میں کہا جاتا ہے۔ بات کرتے ہوئے شرمانا اور بات
 ہے۔ آپ بچے تو نہیں۔“
 ”آپ کیوں انھیں خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں؟ عورت بولی۔
 ”اُسے داہنہ بھی کوئی بات ہے۔ ایسے بڑے ہو گئے ہیں اور اس طرح شرارت
 میں۔۔۔“
 عمران ہونفوں کی طرح منہ اٹھائے بوڑھے کی شکل دیکھتا رہا۔
 ”اب کافی کا ایک دور ہمارے ساتھ بھی ہو جائے۔“ بوڑھے نے کہا۔
 ”ہیٹ ہیٹ جائے گا میرا۔۔۔ وہ میری اٹھارویں پالی تھی۔ عمران شرم
 صورت بنا کر بولا۔
 ”اتنی زیادہ پیتے ہیں۔۔۔“
 ”جیتے کو اتنی ہی چینی پوتی ہے۔“
 ”کوئی خاص وجہ۔۔۔“
 ”جی۔۔۔ اب وجہ کیا بتاؤں۔۔۔“ عمران نے پھر شرمناک سر جھکا لیا۔
 ”نہ بتانے کی کوئی وجہ۔۔۔؟“
 ”جی ہاں۔۔۔“

”کیا وجہ ہے۔۔۔“
 ”وہ میں ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔۔۔“
 ”تب تو واقعی کوئی شرم ہی کا بات ہوگی۔“ بوڑھے نے کہا۔ اور عمران حیرت
 سے منہ کھول کر اُس کی شکل دیکھنے لگا۔
 ”ابھی پورا تعارف تو مجھ ہی نہیں۔“ عورت بولی۔
 عمران بوڑھے کی شکل دیکھتا رہا۔ عورت سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔
 ”اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو مجھ جیڑے۔“ دفعہ بوڑھا گھوڑا کر بولا
 ”آپ روشن ضمیر معلوم ہوتے ہیں۔“ عمران کپکپاتی ہوئی میں بولا۔ آپ کو
 علم ہے کہ وہ شرمناک ہے۔۔۔“
 ”ہو سکتا ہے لیکن میں آپ کی زبان سے سنا چاہتا ہوں۔“
 ”میں سمجھ جائے امیری زبان سے تو نہیں نکلے گا۔“
 ”بہتے بھی دیکھئے اگر نہیں بننا چاہتے۔“ عورت بولی۔
 ”سیگم آپ دخل نہ دیجئے۔ ایک کیس ہے۔۔۔“
 ”کیس۔۔۔“ عمران اچھلی پڑا۔
 ”جی ہاں۔۔۔“
 ”مذائق والا پیرلیس والا۔“ عمران نے اعتماداً ماز میں پوچھا۔
 ”لوڑھے کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آتے۔ اُس نے بہت عزت
 عمران کو دیکھا تھا۔ پھر آہستہ سے بڑبڑایا۔“ یہ تو ذہانت کی لہر تھی۔
 ”جی۔۔۔“ عمران اس طرح بولا جیسے کسی بہرے آدمی سے مخاطب ہو۔
 ”کچھ نہیں۔ تم ایک لاجواب کیس ہو۔ میری معلومات میں اضافے کا سبب
 بن سکے گے۔“
 ”مجھ میں نہیں سمجھا۔“

”تہا بے سکتے کی بات بھی نہیں ہے: منتقل کیا ہے تہا۔۔“

”جی ہنس رہی ہو: کوئی خاص نہیں۔“

”مطلب یہ ہے کہ کیا کام کرے ہو۔“

”ایکسیورٹ۔“

”کیا بھیجے ہو۔“

”آؤ۔ یہاں۔۔ درمیان وغیرہ: بڑی مصیبت ہے جناب پچھلے سال
گئے تھی بھی ایکسیورٹ کی تھی: لیکن رسی کی ساری خواب برنگیں۔۔۔ بڑ
نعمان ہوا تھا۔ دیکھتے ہیں کہ جو چیز بھی بدل الٹ بھیجی جاتی ہے۔
خراب نکل جاتی ہے: کہیں یہ مصیبتی سارے کا نیچو تو ہیں۔؟

”وہ کس طرح صاف تیار ہو۔۔“

”اے اسرائیل کے جانور ہارے ماں میں جڑتیم گھیر دیتے ہوں۔
پڑھا اس طرح ہنسنا تھا جیسے کہ کتے سے سب پر گنگو تر مرغ کر دی ہو۔
”کیوں کیا میں غلط کر رہا تھا۔“

”کیا تم صرف تجارت ہی کے موضوع پر گفتگو کر سکتے ہو۔۔“

”نہیں! سنو! میں نے موضوع پر بھی کر سکتا ہوں: سب ہی یہاں آگئی دیکھی ہے۔“

”اور کوئی موضوع۔۔۔ فوراً سے بڑا سا تباہ کر پڑا تھا۔“

”اور تو یہ نہیں ہے۔۔۔ عمران کے لیے میں مایوس تھی۔“

”اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک رچھ کارآمد آدمی بنا سکتا ہوں۔۔“

”بنا دیجئے: لوگ بتائیں مجھے کیا سمجھتے ہیں۔“

”اوہو! میں نہیں سمجھا۔۔“

”کاروبار کی بات: ایک ہے۔ اگر کسی سے دوسو روپے پانچ خریدا

چاہوں تو وہ مجھے اچھلے ہاتھ لگا دے گا۔ دیکھتے کوئی نہیں پڑتا۔۔۔ کیا لگا ہے

”جیسے لوگ مجھ سے مانوس نہ رہا کرتے ہوں۔۔“

”مجھے اس پر حیرت نہیں ہے۔“

”تو پھر آپ کیوں خواہ مخواہ دل بیٹھے ہیں: مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی کسی نے

مجھے اس طرح لفٹ دی ہو۔“

”آؤ! وہ۔۔ مجھے تو دراصل ماحول سے تہااری بات تھی: یہ نہیں آئی تھی۔۔“

”جی میں نہیں سمجھا۔۔“

”پڑھا، اس کی طرف جھک کر آستہ سے کان میں کہنا۔۔ یہاں سب میری

بوری کو گھور رہے تھے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا تھا۔۔۔“

”عمران نے ذرا دیر نظر سے گزرتا دیکھا تھا اور پھر چھینپ کر

سسر چھپا دیا تھا۔“

”پڑھے نے میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مار کر تہقہ لگایا۔“

”تو کوئی فلم دیکھی تھی کل آپ نے۔“ عمران نے عمران سے پوچھا۔

”جی۔۔۔ پچھلے گئے۔“

”کوئی فلم دیکھی تھی؟“

”جی بہت اچھا۔۔۔ عمران نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔“

”میں نے اس میں ٹھہرے ہیں۔“ پڑھے نے کہا: ”مگر غریب لگا رہا

ہے۔ کئی وقت آؤ: نہیں پہنچے گا: آدمی بنا دو گا۔ شمعیت میرا

خاص موضوع ہے: ماہر نفسیات ہوں۔“

”میں۔۔۔ ماہر نفسیات۔۔۔“

”اؤ۔۔۔ سمجھتے ہو نا ماہر نفسیات۔“

”وہ جو ہسپتال کے مریضوں کا علاج کرتا ہے۔۔۔“

”میں تو صرف۔۔۔۔۔ لوگوں کی شخصیتیں بدل دیتا ہوں۔“

اسارٹ نادوں کا کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

”واقعی۔“ عمران کے بھی میں چہکار تھی۔

”یقین کرو۔“

عمران نے عورت کی طرف دیکھا اور وہ سسرہ ہانک رہی تھی۔ ”میسٹر شوہر غلط نہیں کہہ رہے۔ اکیس سال ہی میں انھوں نے ایک تاجر کو گروت کی دکان کرا دی ہے۔ اب وہ اتنی چالکدستی سے وعدہ چل رہے کہ میں دیکھتے ہی رہ جائیے۔ حالانکہ اس سے پہلے گروت کھانا تک نہیں تھا۔“

”مجھے کیا بنائیے گا جناب۔“ عمران نے بڑھے سے پوچھا۔

”جو تم چاہو۔“

”ہمیرہیں سنا ہوں؟ عمران نے ہلک کر پوچھا۔

”۔ ایک بیٹے کے اند اندر۔“

”بس ایک باہر میں بیٹم کے ساتھ چائیں مل جائے۔“

”در کیا میں بیٹم کو بہت پسند ہے۔“ سعادت نے پوچھا۔

”جی ہاں اس کے واسے بہت اچھے لگتے ہیں۔“

”وہ تو اعضا کی تھامری کی بجائے اعضا کی دھما پڑکڑی ہوتے ہیں۔“

”پڑھا ہوتا ساتھ ہانک رہا۔“

”جی میں نہیں سمجھا۔“

”تخلیق کی تبدیلی کے ساتھ ہی سمجھاری بھی آجائے گی۔“

”جی بہت اچھا۔“

”تو بھر کل آ رہے ہو نا۔“

”غور آؤں گا۔ غور۔ غور۔“

اُس حیرت انگیز لاش کی دریافت نے یور سے ملک میں سنسنی پھیلادی تھی۔ چوٹی کے سائنس دان اُس کا جائزہ لے رہے تھے اور اخبارات میں اُس سے متعلق طرح طرح کے مضامین شائع ہو رہے تھے۔

اور پھر سائنس دانوں کا متفقہ فیصلہ منظرِ عام پر آگیا تھا جس کے مطابق زمین و ساری مسموئی ہیں زمینیں، اُنھیں اُس کی کھان سے انک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ پھر وہ لاش ایک عرصے کی حیثیت سے محفوظ کر لی گئی۔ سارے ذہن لاش ہی میں آنکھ کر رہ گئے تھے۔ شکار یوں کے کیس میں لگنے والی آنکھ سے کسی کو شکار نہیں تھا۔ اور نہ بات ہی کسی کو یاد رہی تھی کہ لاش کی مٹھوں سے بھی کچھ خیریاں برآمد ہوتی تھیں۔ لیکن کیسوں میں سے چند مٹھوں کے ساتھ پھر ساراواں کے جنکلوں کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ چار دن گذر چکے تھے بعد بھی ماں صاحبہ اس شرافتِ غیر مل کا تھا۔

لاش عمران نے ہی دیکھی تھی اور ٹھنڈی ماس نے کر لیا تھا۔ ”یہ انجیل بڑے بے رنگین مزاجی کا۔“

اُسے حیرت تھی کہ کیا میں نے اس معاملے میں اُس سے رجوع نہیں کیا تھا۔ سنے اُس کے کسی دوست کی گمشدگی کا واقعہ بھی سنا تھا۔ وہ یہ بھی ہوتا تھا کہ وہ اپنے چند مٹھوں کے ساتھ دوبارہ ساراواں کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ حالانکہ اجازت یہ اُس کی تصویر شائع ہونی تھی۔

”میں سچ کہہ رہا ہوں اپنے نئے لاشوں میں سکیم اور پرنسپلیم مشرف سے ملے جا رہا تھا اُس نے سسرہ سلطان کی کال رہی ہوگی۔“

”تم کیا کر رہے ہو۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”دکھیں سسلے میں۔“

”اسی لاش سے سسلے میں۔“

”میں کیا کر سکتا ہوں حکمتناحت میں نہیں ہو سکتی ایکشن دیکھ کر حال کر رہا ہے سکی۔“ ایک بات کہوں گا لاش کی تشہیر سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح شناخت نہیں ہو سکے گی۔“

”کیوں۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”دیکھنے والوں کے دہیں دھار پڑیں اگر اچھا جاتے ہیں۔ چہرے کی بناوٹ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔“

”اورہ اعتبار خیال درست ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”بھہ کیا کیا جاتے۔“

”کسی بہت اچھے آرٹسٹ کی خدمات حاصل کر کے ایسا چہرہ بنوایا جائے جس پر دھاریاں نہ ہوں۔“ اور چہرہ اُس کا فوٹو گرفت چھاپا جائے احباب

میں۔“

”اچھے حیرت ہے کہ تشہیر کار کو سسلے میں بات کیوں نہیں ہو سکتی۔“

”اے یہی جواب کے ساتھ تھپڑ خانہ مارا ہو گا۔“

”کیا بھروسہ ہے۔“

”برتیجی میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ میری کمزوری سے کیا ہوا ہے۔ یہ سب سمجھنے میں کہ پوری قوم اسی غلام ہے اور یہ خصوصیت سے ہر کی طرف سے ملتا ہے گئے ہیں لاشوں پر۔“

”تم ان سے الگ تو نہیں ہو۔“

”یہی نوعیت ہے ہم سب ایک دوسرے کو برکھ رہے ہیں لیکن توفیق

میں ہوتی کہ اپنے گناہوں میں جھانکنے کی بھی کوشش کریں۔“

”آج تم ہمکی ہنسی باتیں کیوں کر رہے ہو۔“

”پڑوسی نے اپنی کانٹیس اور میں کیا کیا۔ کچھ تو میرا کلتن کاٹ گئے ہیں۔ اس سے عقل کی طرف توجہ دانی تو ہوتی ہے، تم استعفیائی ہو۔“

”یہ نہیں کیا بکواس کر رہے ہو۔“

”ساتھ احتساب بھی آپ تک نہیں ہو سکتا۔“

”بکواس بند کر کے۔“ اور دیکھو کہ کم لاش سے سسلے میں کیا کر سکتے ہو۔“

”جب تک لاش کی شناخت نہ ہو جائے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تفتیش کا نقطہ آغاز لاش کی شناخت ہی ہو سکتی۔“

”تھپڑ کھتے ہو۔ میں اس کی طرف توجہ دلاؤں گا۔“

”خدا حافظ۔“ کچھ کھڑوں نے ریسپونڈ کر ڈیل پر رکوڑا تھا اور سلیمان کو آواز دے دیتی تھی۔

”وہی سسٹر دلیپے۔“ اُس نے کمرے میں داخل ہو کر مارتھ اور میری پرچھ۔

”باقی کا کیا ہوا۔“

”ہو گیا۔“ یہ نہ ٹیکس کی اور ایسی کی ریسید دکھائی تھی بولے تین دن سے پہلے ملے نہیں۔“

”کیوں۔“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”میلے کا اسپرٹ ہوئی کے ساتھ نہ بٹکی میں جا پڑا ہے۔“

”ہاں میں۔“ زچل جھنجھکیا نہیں۔“

”خود دیکھا ہے جا کر۔“ مجھے اپنی بٹکی ہی سے فرصت نہیں۔“

”اچھے یہ بٹکی کیا ہوتی ہے۔“

”سسروری اس طرح بات پر ٹوکتی ہے جیسے یہ سہل ہی تو ہوا ہوا

ہوں۔۔۔ میرے پاس کر لیا ہے کہ ہوش ہی ٹھکانے نہیں۔۔۔
 "اے تو پھر کون سی کا تھا جبکہ تو ان میرے کھانے کا حق نہیں ہے۔"
 "پاکل گئے تے سا تھا مجھے۔"
 "ہیں تو پھر مجھ کو مارا۔"
 "نہیں صاحب اب یہ گاڑی نہیں چلے گی۔"
 "کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہے۔ گاڑی اسی طرح چلتی رہے گی۔"
 "آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"
 "مجھے کیا پڑی ہے کہ مجبور کروں گا۔ ساری گاڑیاں چلی جا رہی ہیں کہ پٹرول
 سے تو جیتی نہیں۔ دس سو روپے جیتی ہیں۔"
 "دیں کہیں سماگ جاؤں گا۔۔۔"
 "کسی بھی چیز سے کافہ بھی کھتا رہیو۔ لیکن ٹھہرو۔۔۔ تو کب تک
 بربادے گا میری سب کا پریشانی کا سنبھالو۔۔۔"
 "میں۔۔۔ کیا کر رہے ہیں۔"
 "ٹھیک کہہ رہا ہوں۔۔۔"
 "کیا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"
 "ڈیڑھ سال تو بڑ گئے۔"
 "مت کیجئے پھر کی باتیں۔" سلطان حسین کہہ رہا تھا۔ پھر وہ وہاں نہیں
 ٹھہر رہا تھا۔
 "عمران نے پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پٹرول مارز کے نمبر ڈائل
 کئے اور دوسری طرف سے جواب دینے پر ہوا۔ "معم" نمبر گیارہ۔
 "آپ میرے مردم نگار سے ملنا تھا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔
 "ہیلو۔۔۔"

"ہیلو۔۔۔ پروفیسر صاحب۔۔۔ عمران جھکا ہوا۔
 "کون پروفیسر۔۔۔؟"
 "پروفیسر ضحیم اشرف۔"
 "ہاں کوئی پروفیسر ضحیم اشرف نہیں ہے۔"
 "آپ کون ہیں۔۔۔؟ عمران نے پوچھا۔
 "سوڈانی کا رہ۔۔۔"
 "جی ہاں لیوں کا تیرا سب بول رہا ہوں۔"
 "کیا کہو اس بے دوسری طرف سے آواز آئی۔
 "عمران نے ریسور کر ڈیل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔ اور اس طرح منہ میلنے
 لگا تھا جیسے جبکائی ترک کر کے فون کرنے کی زحمت گوارا کی تھی۔
 "پاک فون کی گھنٹی بجی تھی اور اس نے کسی تدر میک اپسٹ کے ساتھ ریسور
 اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے بولنے لگے اسے اس کا نام دیا تھا۔
 "ہیں عمران اسپیکنگ۔"
 "طویل فانیس کی کال ہے جناب؟ ابھیچنے کے آپ میرے آواز آئی۔ بولو
 آں کیجئے۔"
 "اوکے۔"
 "تھوڑی دیر بعد آواز آئی تھی۔ میلو۔ میلو۔۔۔ علی عمران۔"
 "علی عمران اسپیکنگ۔۔۔"
 "پرمائی لیڈ۔ میں ضحیم اشرف بول رہا ہوں۔۔۔ سردار گدھ سے
 جی پانک ڈیڑھ گھنٹے سے والی حالت سے ہیں مسرور گدھ آما پڑا۔
 "مجھے امید تھی کہ تم ضرور۔۔۔ ڈنگے۔ اسی لئے مطلع کر رہا ہوں کہ اب میں۔۔۔ رز
 ہل نہیں ہوں۔"

”سنگ کیا بیگم صاحبہ بھی پوچھ گئیں :- عمران نے پوچھا۔

”ہاں ہجی۔“

”تب تو سہارن گدھ بہت دور ہے :- عمران نے بالی سے کہا۔

”گرتم ایک سا باب رنگی گزارنا چاہتے ہو تو یہ دوری کچھ سی نہیں ہے۔“

”جی میں نہیں تھا۔“

”ارے جیجی :- تم سہارن گدھ آسکتے ہو۔“

”جی ہاں :- آؤ سکتا ہوں :- لیکن تین چار دن بعد :- ڈھائی سوٹن

پیارے بیٹا نہ دے بیٹھا ہوں :- ڈیویری لے بیہل بھی نہیں سکتا ہیں :-

”کوئی بات نہیں تین چار دن بعد جی سہی :- میرا فوٹ کرو۔“

”ایک منٹ :-“ عمران نے کہا اور اس کا ہڈ نہیں سہان کر بیٹھ گیا۔

”ہیلو :- جمائیں :- پتا لکھو دیجیے :-“

”عام روڈ پر نازس :-“

”اسے وہ گول عمارت :-“

”وہی وہی :- کیا تم ادھر آچکے ہو۔“

”ایک آدھ مار :- جی ہاں :- کیا وہ اب بھی وہاں عمارت ہے۔“

”ہاں جیجی :- میں نے پوچھا گئی تھی :- خود ہی نقشہ

بنایا تھا :-

”میں یہی ضرور آؤں گا اس عمارت کو :- دیکھئے کامیاب شو

ہے :-“

”آج او :- تمہاری یہ آؤں بھی پوری ہو جائے گی :-“

”بس نہیں ماروں بعد :-“

”چچا :- خدا حافظ :- دوسری طرف سے سلسلہ معلق ہو گیا :-

”میں یہی ضرور آؤں گا اس عمارت کو :- دیکھئے کامیاب شو

ہے :-“

”آج او :- تمہاری یہ آؤں بھی پوری ہو جائے گی :-“

”بس نہیں ماروں بعد :-“

”چچا :- خدا حافظ :- دوسری طرف سے سلسلہ معلق ہو گیا :-

”میں یہی ضرور آؤں گا اس عمارت کو :- دیکھئے کامیاب شو

ہے :-“

”آج او :- تمہاری یہ آؤں بھی پوری ہو جائے گی :-“

”بس نہیں ماروں بعد :-“

”چچا :- خدا حافظ :- دوسری طرف سے سلسلہ معلق ہو گیا :-

”میں یہی ضرور آؤں گا اس عمارت کو :- دیکھئے کامیاب شو

ہے :-“

”آج او :- تمہاری یہ آؤں بھی پوری ہو جائے گی :-“

”بس نہیں ماروں بعد :-“

”چچا :- خدا حافظ :- دوسری طرف سے سلسلہ معلق ہو گیا :-

”میں یہی ضرور آؤں گا اس عمارت کو :- دیکھئے کامیاب شو

ہے :-“

”آج او :- تمہاری یہ آؤں بھی پوری ہو جائے گی :-“

”بس نہیں ماروں بعد :-“

”چچا :- خدا حافظ :- دوسری طرف سے سلسلہ معلق ہو گیا :-

”میں یہی ضرور آؤں گا اس عمارت کو :- دیکھئے کامیاب شو

ہے :-“

”آج او :- تمہاری یہ آؤں بھی پوری ہو جائے گی :-“

”بس نہیں ماروں بعد :-“

”آپ... وہ منہ بھار کر رہ گئی۔
 ”کیوں...؟“ محمد بن کون سے سرخا ب کے پرنگے ہوئے ہیں: اگر
 باورچی شہر ملا ہو تو یہی ہوتا ہے۔“
 ”آپ بتا کر دیں اس حرام خورد کو میں خود کھراؤں گی۔“
 ”نہیں میرے کو داڑھے بالٹی۔“ جوزن بولا۔
 ”اچھی آپ کہاں تکلیف کریا گئے۔۔۔“
 ”ہیں! اس میں لاؤں گا۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ مرگ پر کوئی نلکا
 بھی ہے۔“
 ”سنا تم نے؟“ عمران کے گلغڑ سے کہا: کہہ رہا ہے اچھے مرگ پر کسی
 نلکے کا علم ہی نہیں تھا۔“
 ”سب ایک سے ہیں۔“ وہ بڑا منہ بانگرونی پتے تو بولی کے علاوہ اور کچھ
 سنبھالی ہی نہیں دیتا۔“
 ”میں لایا نلکا نلکے سے پانی۔۔۔ چلو۔۔۔ بالٹی ڈرو۔“ جوزن دروازے
 کی طرف ہاتھ جاکر بولا۔

وہ چپے گئے تھے اور عمران دولوں بالٹوں سے سرخا بے بھرا ہوا تھا۔
 نوں کی گٹھ بھر بھی اُس نے دیکھ کر اٹھالیا۔ دوسری طرف سے سر سلطان
 کی آواز آئی تھی۔
 ”میں سسر۔“ عمران اور محمد میں بولا۔

”لاش کی سناخت ہو گئی ہے۔ ایک سفارت مانے کا گمشدہ آنسر۔
 دانگ میں۔۔۔“

”گمشدہ سے کیا مراد ہے آپ کی۔“
 ”ایک ہفتہ قبل اپنے ملک کے لئے بنائی جہاز سے راز: ہوا تھا کہ

”پانی کا کچا ہو گا۔“
 ”مجھے کہہ رہی ہوں کہ بالٹی اٹھا اور مرگ کے نلکے سے پھر لائیک سنائی نہیں دے:
 ”مرگ کا نلکا، عمران اچھل پڑا: سامنے کی بات تھی۔ لیکن مجھے سوچھی بول
 کیا مانگتی ہے۔“
 ”آپ میری خواہش پوری نہیں کر سکیں گے۔“
 ”اگر۔۔۔ کیا جو اس کر رہی ہے۔“

”سچ کہہ رہی ہوں۔“
 ”کہہ دو لک کے کہ مات ہے۔“ عمران نے جسم کر کے چھا۔
 ”نہیں صاحب۔ صرف لات دولات کی بات ہے۔“
 ”کیا مطلب۔“
 ”اتنا مارو۔ اتنا مارو کہ کھال اتر جائے۔ یہی ہے میری خواہش۔“
 ”کس کو۔۔۔“
 ”اُسی کو جو مرگ کے نلکے سے کب بالٹی پانی نہیں پاسکتا، تو میں جواب دیتی
 اُس میں اور چکی۔“

”یعنی تو سلیبان کہ پتہ اچھا بتی سے میرے ہاتھوں۔“
 ”جی صاحب۔“
 ”جورب کے دانت بیکل پڑے تھے۔ اور عمران گلغڑ کو غور سے دیکھا جو
 بولا تھا۔“

”سچا سچ مجھ۔“
 ”جی صاحب، میں لامصاحب کے سچ کی ایک مارکندی موہانے تو
 سب ٹھیک ہو جائے گا۔“
 ”وہ میں ٹھیک ہو سکتا، لاپائی مجھے لائے۔ میں بھراؤں گا۔“

نہیں پہنچا۔ جبکہ مرثیہ انکار گھنٹے کی پروا ہے۔۔۔

”اُف۔۔۔ کس طرح شناخت کیا گیا۔۔۔“

”اُسی تدبیر سے جو تم نے بتائی تھی۔۔۔“

”فاسر ہے کہ وہ تدبیر آپسے نہ سنی۔ ہو گی کسی کو۔۔۔“

”بہیں میں نے پرسا کہ تحریر بھولائی تھی۔ لیکن ابھی اُس کے بارے میں اخبارات

میں کچھ نہیں آیا۔ شام کے اخبارات ابھی چھپ ہی رہے ہیں۔۔۔“

”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میری بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق اُسے شناخت

کیا گیا۔۔۔“

”آرٹسٹ کی سائی ہوئی تصویر اخبارات میں شائع ہونے والی تصویر کے زلزلے

حیرت میرے پاس بھجوائی گئی ہے۔۔۔“

”کمال ہے۔ براؤ کرم یہ معلوم کرنے کی کوشش کیجئے کہ وہ آرٹسٹ ہی کی

نچوڑ تھی یا کسی اور نے آرٹسٹ کو متورہ دیا تھا۔ مجھے آرٹسٹ اور متورہ دینے

والے دونوں کے نام اور پڑی سے آگاہ کیجئے۔“

”ابن کی کیا ضرورت ہے۔۔۔“

”تفتیش کے سلسلے میں بہل قدم سمجھ لیجئے۔“

”ابھی ات ہے۔ میں دیکھا ہوں۔“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران سے ریسپور

کر ڈیل پر رکھ دیا تھا۔

پھر قریب دو گھنٹے کے بعد سسر سلطان نے عمران کو آن وافر ادا کے

بارے میں بتایا تھا۔

”خود سعادت خانے کے مرثیہ بکشر شی میگو نو کی تھی اور تصویر بک

سوی تیار ہائی سے سات۔۔۔ دونوں سسائیں پزیر شریف میں تھے۔“

”یہ ہونی ناہات۔۔۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”جی کچھ نہیں۔۔۔ اب ہوا ہے اپنے ڈیڑھ پارٹسٹ سا کس۔۔۔“

”اُس کے باوجود یہ تھا۔۔۔“

”ہو سکتا ہے۔ بہر حال میں آپ کو رپورٹ دیتا رہوں گا۔۔۔“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ عمران ریسپور کر ڈیل پر رکھ کر

اٹھ گیا۔

مقررہ ریڈر پر رکھ کر اسر بہلدار ابھر جا چکا کہ جوت کو آوارہ دی۔

”ہیں باس! عجیب سے اُسکی آواز آتی تھی۔ اور وہ خود بھی کرسے میں داخل

ہوا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں بائیں نظار تھی۔“

”کیوں وقت بردار کر اسے اپنا۔۔۔ جیسے دو اُس دونوں کو۔۔۔“

”اتنی دیر میں میں بالٹیاں ڈال چکا ہوں باس۔“

”بہت ہی۔ اب بالٹی رکھ دے اور دردی پہن کر میرے ساتھ چل۔“

”دردی پہن کر۔ کوئی خاص بات ہے۔“

”اچھا اب تو بھی سوال کرنے لگا ہے؟ عمران آنکھیں نکال کر بولتا

ہر کون کی صحبت نے تجھے بھی ڈلوایا۔“

”میں معافی چاہتا ہوں باس۔“ جوت کر ڈیل پر لایا۔

”چل جلدی کر۔“ عمران اٹھ باکر بولا۔

وہ چلا گیا تھا۔ اور عمران میز کے قریب جوت کو کچھ کھنے لگا تھا۔

جوت کی دلی نیک اُس نے تحریر عمل کی تھی اور پڑی سے کاغذ نکال کر

خانے میں رکھا تھا۔

”ریسپور۔۔۔ یہ نہ۔ جوتیا کے پاس نے جاؤ گے۔ اُس نے جوت سے

کہا۔ "گیراج غبرترین تک پہلی جاؤ۔ وہاں سے سفید دوج نکلا۔" حویلی جان بھی جاتے آئے لے جانا۔"

"ڈرائیو بھی میں ہی کروں گا۔" حور نے لے کر چھا۔

"گیراج سے حویلی کے بیچلے تک، کہیں اور ماہر ہوا تو وہ خود ڈرائیو کر گی اور تم؛ ڈی کارڈ کی حیثیت سے پیچھے بیٹھو گے۔"

"اوکے ہاں۔" حور نے لے لیا اور! ہر نکل گیا۔

عمران ٹھوڑی دیر تک مانوس بیٹھا رہا تھا مگر چون پر حویلی، انٹر ڈاکٹر کے نمبر ڈائل کئے تھے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر ایکسٹنشن آوار میں برآمد۔ عمران کی طرف سے کہیں کچھ بریاتیں ملیں گی۔ ان پر عمل کرو۔"

"دہشت بہتر جواب۔"

"آدھے گھنٹے تک نہیں گھر ہی میں موجود رہا ہے کیونکہ اسی دوران میں وہ تم سے رابطہ قائم کرے گا۔"

"ایسا ہی ہوگا جناب۔"

عمران نے ریسیور گرڈل پر رکھ دیا۔

بہرے کسی نے کال لں کا چین دیا تھا اور حویلی دروازے کی طرف جھٹی تھی۔ لیکن حور نے یہ نظر سیر نہ ہی سارا جو جس تھا پڑ گیا؛ شاید وہ بھی کسی کے عمران۔ شاید۔۔۔ ہوگا۔"

حور نے لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔۔۔

"اور آج۔۔۔" وہ پیچھے ہٹی ہوئی بولی۔

"نکسہ مسمی۔۔۔" حور نے انوب سے کہا۔ اندر داخل ہوا، اور شگ روم میں برسرِ پیکر اس وقت تک کھڑا رہا جب تک حویلی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا۔

حویلی عمران کا خط پڑھتی رہی تھی پھر حور نے سے بولی تھی، رقم سے کیا کیا گیا ہے۔"

"اگر تم ڈرائیو کر دو می باڈی گا۔" اس کے طوائف انجام دیں۔ درجہ میں ہم سے ڈرائیو کروں گا۔"

"کی بہتر ہے مجھے باڈی گا ڈی ضرورت نہیں۔"

"جیسی کبھی مرضی۔"

وہیں چند رہ منٹ میں تیار ہو جاؤں گی۔"

"اوکے مسمی۔"

حویلی دوسرا کمرے میں چلی آئی تھی۔ یہاں سے تبدیل کرتے کرتے ایک بار پھر پورے عمران کا خط شروع سے آخر تک پڑھا ڈالا۔ انکسین گریب شگرمی ڈوبی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی لاکھ عن ترتیب سے ریور۔ شگرمی دیکھ کر وہاں آکر حور نے سے بولی "کہاں جانا ہے۔"

"میں کیا جاؤں گی؟" حور نے حیرت سے کہا "مجھے ہدایت ملی ہے کہ جہاں آپ جانا چاہیں آپ کے ساتھ رہوں۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ چلو۔۔۔" پر سنرا اسٹریٹ چلا ہے۔ سائیسویں عمارت میں۔۔۔"

"پر سنرا اسٹریٹ کے چلوں گا لیکن تم دیکھ کر سائیسویں عمارت کو سی ہے۔"

"میں بتا دوں گی۔"

”کب گئے باہر۔“

”بچنے بچنے کی بات ہے اور شاید اب یہاں والہں ہی۔“ اُسے کچھیں اور

بھی دیا جاتے تھا۔

”یہ تو بہت بڑا ہوا۔“

”اسی لئے میں نے لہو چھٹا کر آپ سے کیوں شناختی میں۔“

”اب کیا تاؤں۔“

”کیا وہ آپ کا مقروض تھا۔“

”والہں ہی کچھ بات تھی۔“

”اگر کوئی تحریر ہو اس کی آپ کے پاس تو شاید میں دیکھ سکوں۔“

”تحریر تو رہے ہے۔“ حویلا سے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے بجا۔

”دراصل ات تو صریح تھی۔۔۔ ہماری واقعیت ٹپ آپ ات کام کی حد تک

ہمت پرائی ہے۔۔۔ ممد واصل آپ کے ملک سے کچھ سامان منگوا آیا ہے تھی۔

مشروہ ملک میں نے کہا۔ وہ منگوا دیں گے۔ ورنہ کوئی بھی نہیں اور کرنی پڑے گی۔“

”سنی رستم دی تھی آپ نے۔“

”وہ ہزار ڈالر۔“

”میکرو نیسی بکوانے کے سے۔ انداز میں ہوش سکڑ کر رہ گیا۔“

”آپ دشواری میں پڑ گئی ہیں محترم۔“

”کیا رستم کی دلہی کی کوئی صورت نہیں۔“

”اگر وہ والہں آیا تو انہیں لے لیتیم ہی سے یہ مسئلہ حل ہو سکے گا۔ ورنہ کوئی صورت

نہیں۔۔۔“

”خدا کچھ پر رحم کرے۔“

”آپ کا تعلق کس ملک سے ہے محترم۔“

”سوئٹزرلینڈ سے۔ گھڑیاں بنانویں ایک مہم کی نمائندہ ہوں۔“

”مہم حال اگر وہ یہیں ہی ملازمت پر دلہاں آیا تو میں کی دیکھ دوں گا۔“

”اور دوسری صورت میں۔“

”مجھے اس سے ختم کر دوں۔“ دوسری صورت میں آپ اپنے دم دہنی ہونی ہی سمجھتے۔

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ایسا ہو گا۔“

”مجم کو گرسکے دریاں وہ کبھی کیسا نہیں رہا۔“ مجھے یہی لافوس ہے محترم۔

”خیر۔۔۔ جو ہوا تھا ہوا۔ اب میں صرف دعا کر سکتی ہوں کہ وہ والہں آجائے۔“

”جھا اجازت دیجئے۔۔۔“

”اؤہ۔۔۔ نہیں محترم۔۔۔ آپ کی مشروب پیالہ بند کر دی گئی۔“

”کچھ کچھ مشرب ہو کر۔“

”جب دل چاہے تو تفریق لائیے۔ آپ میری بیوی سے مل کر بعد خوش ہوں گی۔“

”وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔“

”مقرر۔۔۔ مقرر۔۔۔“ جواب دیا تھا۔

”وہ اُسے چور۔۔۔ چور۔۔۔“ جواب دیا تھا۔

”روا رہا ہوا چاہتی تھی۔“ خند تھا کہ کہیں وہ سس سے سسکا پنا نہ پوچھ بیٹھے۔

”گاری میں بیٹھے ہیں۔“ سس نے آستہ سے کہا تھا۔ ”جننی جلد ممکن ہو کر نکلے۔“

”حزرت نے حاسی بھری دیکھا تھی۔“ اس کے سامنے حوس بیٹھتے دیدار ہو گئے

”نئے۔۔۔ لیکن جواب دینے کے بعد حوس کی آٹھار کی گاری کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔“

”اس سے جوڑت کوئی ات سے آگاہ کر دیا۔“ اور پھر حوزت نے اپنے غور پر اس کا

”درد لگانے کیے گاری کی خواہ مخواہ پکڑنے سے۔“

”تھکا دیاں میں۔“ سس۔۔۔ کوئی گاری تعاقب کر رہی ہے۔۔۔

”اچھا تو میں اب سید سے میرے گھر پہنچوں۔۔۔ اور گاری وہیں کھڑی کر کے

تم بھی اس وقت تک رے رہا جب تک کالی گاڑی پہنچا نہ چور دے۔

”اوکے سہتی۔“

جوانے نے یہ سہی کی طرف جانے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا اور نہ خیال تھا کہ وہ اپنی پس سے معاملے کی نوعیت معلوم کرنے کی کوشش کرے گی۔

گھر پہنچ کر حور نے کو اپنے ساتھ ہی اندر لیتی چلی گئی تھی، اور فون پر عمران نے غمزدانہ لہجے میں کہا۔

جواب فوراً دیا تھا اور اس نے اسے ریڈنگ دی تھی۔

”اس کے کسی جواب سے تم نے یہ اندازہ تو نہیں لگایا تھا کہ ڈانگلین مرحوم کا عذر سے سوال کیا۔“

”ہرگز نہیں۔ اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ یہی ہی بتا رہا تھا کہ اس کی والدہ کی امید کہ ہے کہیں اندر اس کی بیٹی لگ کر دی جائے گی، بہر حال ڈانگلین کے پاس سے اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ سفارت خانے سے میٹنگ نہیں ہے اس کے ساتھ کسی اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔“

”اب تم ٹھیک پندرہ سٹ مندرجہ حور نے کہنا کہ تمیں ٹاپ ہاٹ کلب کی طرف لے جائے۔ میں خود دیکھوں گا اس کالی گاڑی کو۔ شاید ن ہوگوں کہ حور نے پریشہ ہوا ہے۔“

”تقریباً ہے۔“

”تقریباً بتانے میں تھکا تو قیودہ منٹ بعد اب قابل نہیں رہوں گا کہ کالی گاڑی کی نظر رکھ سکوں۔ دوسری طرف سے آدرا کی تھی اور سیدہ شمع پر جوتا تھا۔“

جوانے نے اسامہ بانگر۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔

کالی گاڑی نے انک سفید ڈرائی گاڑی پہنچا دیا تھا۔ ٹاپ ہاٹ کلب پہنچتی تھی، لیکن پارکنگ سڑک کی طرف سبھی تھی۔ ڈونچ کے کپاڑے پر مدلل جو مانے کے بعد سڑک ہی پر سڑک گئی تھی۔

عمران نے اپنی ٹریٹر خانے میں پہنچ کر روکی، کالی گاڑی سے کوئی اڑ نہیں تھا، تھوڑی دیر بعد شاہ وہ واپس آئے مرنے لگی تھی اور پھر ایک آدمی اس کے آگے کلب کی کپڑے میں داخل ہوا تھا اور گاڑی کے پرستی چلی گئی۔ اب اس میں صرف وہی حور دکھائی دی جو اسے ڈرا ہو کر رہی تھی۔

حور نے کچھ حالی پہچانی تھی لیکن جب وہ قریب سے گزری تو ایک اور گاڑی کے درمیان میں ہو گئی۔ وہ شاہ عمران آئے پہچان ہی لیتا۔

بہر حال وہ مدھی اسی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا، اگر حور متناہانہ لگی ہو تو شاہ عمران گاڑی سے تعاقب کا ارادہ ترک کر کے صرف اس آدمی پر نظر رکھ کر چل پاپ۔ کلب میں حور کی گائی کیلئے بیٹھ کر گیا تھا۔

گاڑی دس منٹ بعد راجہ راجہ کے سامنے رک گئی۔ حور نے گاڑی سے مڑی اس پر سوار کے آگے پہچان یا تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے اسکی تصویر اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔

یہ آرٹسٹ میوڈائی تھی۔ جس کی تعریف کے مائنٹیشن رٹ گیلری میں پچھلے دفین ہوئی تھی۔۔۔ ابھی دیکش حور والی تھی۔ اب اور آکھوں کی بناوٹ بھی اس میں کہ اسکی قوی رہا بات کے مطابق نہیں تھی کہ اسکی میچ نوعیت یا سب سے تین کی جا سکتا۔ حور نے مڑی اپنی ہی کی کوئی حور تھی گئی تھی۔

عمران بھی گاڑی سے اترتا تھا اور اسکا تعاقب کرتا رہا تھا۔۔۔ اور کھڑی

نوس وقت سہلان تھی جب اُسے کمرہ میر گلہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا وہی کمرہ
نہر گلہ وہ جس میں پندرہ مہر صغیم اشرف ای بیگم کے ساتھ تعلیم تھا اور جہاں سے آج
میچ وین پکسی۔ سوڈا کی کارب سے عزان کی تیرا بیت۔ کو چیلنج کیا تھا۔

اللہ عزوجل یہ بھی دیکھ سکا تھا کہ اس کے فاضل میزبانی ہی نے کھول دیا تھا اندر سے
کسی اور نے وہ دروازہ کھول دیا تھا۔

وہ ٹہپ ہو آئے برہنگا۔۔۔ اور پھر ایک ٹوٹیلٹ میں داخل ہو کر بڑی ٹیڈ میک
اپ لک پر وٹ کیا تھا اگر ٹ۔ آدا اور آٹ کہیں لیا۔ سوٹ میچ میں جی اعر فیکہ بیٹے
سے اور تک جہدی دل کر رہ گیا تھا۔

ٹوٹیلٹ سے نکل کر ڈائینگ ہال کی راہ لی۔ وہاں سے معلوم کیا تھا کہ اتنی دیر میں
میزبانی تو نہیں ملے گی تھی۔ کالی گاڑی ایسی ہی وہیں کھڑی نظر آئی جہاں ڈرب کی گئی تھی
وہ دروازے کے پاس سے مٹ آیا۔ ایک میر کی عاب برہہ ہی رہا تھا کہ کچھ رنگ اور
وہ سیدھا پبلک کان پوٹھ کی طرف چلا گیا۔

اسٹریڈ میں سکہ ڈال کر حصہ کے کمرڈائیل کئے تھے۔
"میٹھو۔۔۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

عزان نے ڈائینگ ہال پر اپنی بولی ہی نظر ڈالتے ہوئے کہا "میں عزان لول" ا
ہوں۔۔۔ جو اب اس وقت ٹپ اپ ٹائٹ میں ہی موجود ہے۔ تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ وہاں
"س کی گئی تو نہیں ہو رہی مگر ان کرنے والے کو تعاقب کر کے معلوم کرنا ہے کہ وہ کوئی
گولہ ہو۔۔۔"

"آپ کہاں ہیں۔۔۔؟
"گھر میں ہیں ہوں۔۔۔ بہر سفید درج میں جوت بیٹھا ہے جو اب اسی کچھڑی
پر ڈاپس ہوگی۔ جو رت ڈاٹا پکڑے گا۔۔۔"
"اچھی بات ہے۔۔۔ میں پہنچ رہا ہوں۔۔۔"

عزان نے سلا مشعل کرایا۔۔۔ اور لوتھ سے باہر نکل کر زمیں کے قریب
کی ایک سبز مہال میں۔ میٹھا سنی زمیں سے آکر کر ڈال ہی سے گزرتی ہوئی باہر جاتی۔

تاہم آدھے گھنٹے بعد وہ زمین سے آتلی دکھائی دی تھی عزان اُسے مانتے
پہنچتا رہا۔ اس بار وہ جلد ہی میر عظم بڑا تھا۔ میر باغی کے باہر نکل جانے کے
رہا تھا تھا سناؤ مشر پر پتے بل کی رقم دکھائی اور زمین کے کسے کو وہر گہرہ کے
رہے آکر کا تھا۔ راہداری سسٹان پڑی تھی اس نے دروازے پر بکلی ہی دسکے ی
بالکل، سی امازمیں بیٹے رقم سروں والے دیتے ہیں، لیکن اندر سے جواب نہ ملا۔
اُس نے مڑ کر دیکھا لابی میں کسی کوئی نہیں تھا۔ منڈل گھون۔ دروازہ غفل تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں اس کی جیب سے ایک باریک سا ڈار نکل آیا تھا۔۔۔
جلدی ہی فعل کھول بیٹے میں کامیاب ہو جانے کے بعد اُس نے بیڈس گھولا تھا۔
اور بہت آہستہ دروازے کو پیچھ کھسکا لے لٹکا تھا۔

اندر سے کسی قسم کی مزاحمت نہ ہونے پر اُس نے پورا دروازہ کھول دیا۔ سلنے
دلا کرو خالی نظر آیا۔ لیکن یہ دو کروں کا سوٹ تھا۔ آہستہ سے دروازے بند کر کے وہ
آگے بڑھا۔ اور بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

یہ پُردم تھا۔ سامنے ہی سمیری پر ایک ایسا دیو جیت پڑا ہوا نظر آیا جس کا
سارہ چہرہ میٹھوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور ہم پر پھلپھالیاں جوتیں سمیت موجود تھا۔
انہوں میں سفید دسائے تھے۔:

عزان آہستہ آہستہ چلتا ہوا سمیری کے قریب آکر کا، نامعلوم ڈی گہری
گہری سانس لے رہا تھا۔ چہرے پر اس طرح میڈیج کی گئی تھی کہ صرف آنکھیں تھمتے
اور کسی قدر دم دھکے ہوتے تھے۔:

عزان نے جھک کر سر کا بازو ہلایا۔ لیکن اُس نے آنکھیں نہ کھولیں پھر جلد ہی
معلوم ہو گیا کہ وہ سو نہیں رہا تھا بلکہ بہر تھی تھا۔

کوٹ کی آستین اور کسے کرستانہ کاٹن کھول رہی تھاکر جونٹ سیٹی بھانے والے انداز میں سکر گئے۔ جلدی سے دیکھ کر آستین ٹھیک کی تھی اور آٹے پاؤں والیں ہوا تھا۔

تیزی سے نہ چلے کر کے فون پر تھپی ہو چکی اور ڈائلیس کے نمبر پڑا لے گئے۔ دوسری طرف سے لیک زمرہ کی آواز سن کر بولا، "میں لا زار جوش سے لبریا ہوں۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے سائیکو میٹشن سے ایک ایمبولینس کال میاں بھجواؤ۔ عاودہ جوبان سے کہو کہ لای مشری کی وردی میں ایمبولینس کے ساتھ یہ بچہ بھی لے جائیں۔ لا زار کے کمر نمبر گیارہ میں ایک مریض ہے جسے سائیکو میٹشن منتقل کرنا ہے۔"

و بہت بہتر جناب۔

و عاودہ ان چوبان کو ہدایت دو کہ کسی سے بچہ چھو گھمے بغیر سہلے کمر نمبر لیکر نکلیں چھیکر دوار سے پر دستک دیں۔ ایک بار بھی دو بار سب تیز۔ ایمبولینس کا عملہ گاڑی ہی میں بیٹھا رہے گا۔

میں سمجھ گیا جناب۔

و رش آل۔ عمران نے کہا اور سلا قطع کر کے پھر نیوں کی طرف چل پڑا۔ کرے میں پوچھ کر ایسی جگہ میٹھ گیا تھا جہاں سے بڈروم اور دھلے کے دباڑے پر نظر رکھ سکتا۔ ہاتھ بولی پولسٹر مپ تھا۔

نامعلوم آدمی کی پلینیشن میں اسی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ میں پہلے ہی کی طرح گہری گہری سانس لے رہا تھا۔ اور یہ سانس بڈروم کے باہر سے بھی سنی جاسکتی تھیں۔

عمران نے جب سے چیونچم کا پکیت لٹکا اور ایک برس دانتوں میں دبا کر آہستہ آہستہ کھینک لگا۔

قریباً پندرہ منٹ بعد دروازے پر ویس میں دستک بولی تھی جس کے نے

عمران نے لیک زمرہ کو ہدایت دی تھی۔

میں نے ریڈی میٹر تک آپ ناک پر سے ہٹا کر جیب میں ڈالا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے سپیشل عاودہ اور میٹسٹن جوبان پوری وردی میں پوری کھڑے نظر آئے۔

و آؤ۔ توپ ہیں۔ عاودہ بولا۔

چپ چاپ اندر آؤ۔ عمران نے پیچھے ہٹے ہوئے کہا، "اور تم میٹسٹن صاحبہ باہر ہی کھبرو۔"

"جیسی جاپ کی مرضی۔ جوبان ہنسر بولا۔

و کمی اور کمانڈر داخل ہوئے دینا۔

و ظاہر ہے۔

عاودہ کے داخل ہوجانے پر عمران نے دروازہ بند کر دیا تھا اور بڈروم کے خانے پر پھنکر بولا، "اسے سائیکو میٹشن لے جانا ہے۔"

و لیکن یہ کون۔ عاودہ نے آکھیں پھاڑ کر پچھا۔

"دھاری دار آدمی۔"

"نہیں۔ عاودہ جو کچھ پڑا۔

و زائد ہے۔ لیکن مہووس۔"

و آؤ۔

اب تم دروازے پر کھبر دے گے اور چوبان ایمبولینس کے علی کو اسٹریچر پر لے کر یہاں لائے گا۔ اس سے کہہ دینا کہ اپنے ساتھ کسی اور کو آؤ پہنچانے کے لئے نہ آؤ۔ لیکن لپے لپے کر ڈاؤن دے۔"

میں کھ گیا۔ عاودہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا تھا، "وہ چاہ گیا۔" وہ بچہ کھ رہا۔ اس دوران میں اس نے پیر کوٹ کا کرکٹ لیٹا

ایک لنگائی۔

”تھ اپ۔۔“

”ارے باپ۔۔۔ یہ کہہ اس نے سچ جانے کی ایک لنگائی کی تھی۔“

وہ سب مدد و روانے سے گزرتے چلے گئے

”دھاندلے دھاندلی۔“ ایک آدمی بولا۔

”قطعاً غیر قانونی حرکت۔۔“

”مجھ سے کوئی فعلی جواب دے تو کھٹ سے ہٹ کر رہی۔“

”بھائیو۔۔۔ عمران! اٹھ! شکار بولا۔“ کیا ان لوگوں میں مشر احمد لہجہ

شال تھے۔۔

”جی نہیں۔۔۔ ہر لڑکے نے کہا۔“

”تب تو پھر وہ بیگم احمد اللہ ہی ہو گئی۔ بتائیں مجھے اسے احمد اللہ کہاں بیٹا

ہو سکا ہے کہیں اللہ دو اپنے چلے گئے ہوں۔۔“

”مجھے تو کچھ گھٹا معلوم ہوتا ہے۔“ ایک آدمی بولا۔

”اسے کب وہ بیٹا ہے کسے ہی میں۔ بیٹے ہوں۔“ عمران نے کہا۔

سلاک نے عید و شہر سے کہا تھا کہ وہ اوپر جا کر دیکھ آئے وہ چلا گیا تھا۔

اور میان سمات بھانت کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ عمران بچہ بچہ میں ٹکڑے

لگاتا جا رہا تھا۔

”آپ کس کمرے میں مقیم ہیں جناب۔“ دفعتاً کلک نے عمران کو غور

سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”مقیم کون میں۔ پروفیسر ضعیف اثرات سے ملے آیا تھا۔ لیکن کمرہ نمبر

گیارہ میں اسٹراڈ مشر احمد اللہ مقیم ہیں۔۔“

پروفیسر رات ہی کو چلے گئے تھے۔

اور سچ دوبارہ سوٹ بن گیا تھا۔

جہاں سارے وارمات کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اور جب کاڑی

شروع ہو گئی تو عزت جیسے سے کہہ کر کچھ ڈانٹک بان گیا۔

کاڈنٹر پر کئی نوک کھڑے سلاک کے۔ نہیں کر رہے تھے انھوں نے عین کمرہ

سے اترتے دیکھا تھا اور جب عمران آئے تو پھر ہوا تو ایک آدمی سے پوچھا

”کیوں صاحب کیا بات ہے۔۔“

”ہوئی کچھ اجنبی میں ہے۔ میں نے تو مریض کی حریت پر بھی مٹی لیکن سالوں

نے ڈانٹ دیا۔ بتائیں خود کیا کچھ گئے ہیں ورنہ ہیں کر۔“

”ایک کیپٹن ہے اور دوسرا ایفٹنٹ۔“ دوسرا بولا۔

”آخر کس کمرے میں ہے مریض کہ مجھے خبر تک نہیں۔“ سلاک نے حیرانی ظاہر کی۔

”کہہ دینا گیارہ میں۔“ عمران اسی کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”کہہ دینا گیارہ۔۔۔ لیکن وہ تو کمرہ صبح ہی آئے ہیں۔ ایک برتن پر مشتمل

تھی اور ایک مرد۔“

”اس سے ہمدی سے رشتہ کر لیا تھا اور صبح پر غور ڈرا ہوا بولا۔“ احمد اللہ اور

بیگم احمد اللہ۔“

پھر وہ نے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مریض کو اسٹریچر پر ڈال کر نیچے لایا جا رہا

تھا! اس سے بڑیک پادری میں ڈھکا ہوا تھا۔

سلاک کا ڈنٹر کے پیچھے سے نکل کر بیٹنے کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔

”بچہ جناب! وہ خود کی طرف دیکھ کر ہلکا یا۔“ یہاں اندر ج۔۔“

”کہہ دست۔“ خاور داتا۔

سلاک کو کھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

”یہی بتا دیجئے کہ اسٹراڈ اللہ میں یا بیگم احمد اللہ۔“ عمران نے حقانہ انداز میں

”خواہ مخواہ کی مدد نہ ملے۔ مجھے مصلح کے بغیر ہی چلنے گئے۔ خیر۔“
 اتنے میں ہیڈ وینٹر نے آکر اطلاع دی کہ کمرہ بالکل خالی ہے۔
 ”یہ بہت برا ہو کہ وہ لوگ بیچم اسد اللہ کو ان کی عدم موجودگی میں لے گئے۔“
 کلرک بولا۔

”خواہ مخواہ کی باتوں سے کیا فائدہ۔“ ایک آدمی نے کہا۔ ”ہر سکا ہے
 مسٹر اسد اللہ بھی ملٹری ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔ اور اُنہی کی بیمار پر وہ لوگ اُن کی
 بیمار پر ہی کو لے گئے ہوں۔“
 ”اُن بھئی۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔“ عمران چپک کر بولا۔ ”میں لوگ خواہ مخواہ
 اندازوں سے چارے ہوں۔“

اسی قسم کی باتوں میں پندرہ منٹ گذر گئے۔ عمران وہی ترک کر دیجیسا
 چاہتا تھا کہ کسی اسد اللہ کی رہائی بھی ہوتی ہے یا نہیں۔
 وہ چپ چاپ وہاں سے ہٹا تھا اور ڈائینگ ڈال کے ٹوائلٹ کی طرف
 چلا گیا تھا۔

دراں پھر کوٹ آٹا گیا اور ریڈی ٹیڈ ایک اپ ناک پر جھانپا گیا:
 غائب دس بجے منٹ ہندہ گھڑی۔ سپر ہیڈ کوارٹر کا اسے انتظار تھا۔
 ایک آدمی ڈائینگ ڈال میں داخل ہوا۔ ”بس کے ساتھ بھی کبھی ہسپتال کے لوگ
 اسٹریچر سمیت آتے تھے۔“

”مسٹر اسد اللہ۔“ وہ لوگ لے گئے بیچم صاحب کو۔“ کلرک مضطرب انداز
 پر چیخ کر بولا۔

وہ آدمی جہاں تھا وہیں مقیم گیا۔ اور حیرت سے منہ نہ کر کے کلرک کو دیکھتا رہا
 ”جی ہاں۔“ کلرک آگے بڑھ کر بولا ”ملٹری ڈائنگ تھے۔“
 اُس کے چہرے پر یہی بھر کے لئے سراپا لگنے کے آثار نظر نہ آتے تھے کچھ سبھل

کر بولا تھا۔ ”اچھا۔ اچھا۔“ لے گئے۔۔۔ میں بھی یہی ماننا تھا کہ ملٹری کے
 ہسپتال میں داخلہ کراؤں۔ کوشش کی تھی لیکن امید نہیں تھی۔
 پھر وہ اپنے ساتھ آئے والوں کی طرف منہ کر بولا تھا ”میں معافی چاہتا
 ہوں بھائی۔ میری بیٹے کو تیار ہوں۔“

ساتھ ہی اُس نے جیب سے پرس نکالا تھا اور دس دی کے کچھ نوٹ
 نکال کر ایک آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیتے تھے۔
 اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف منہ کر واپس چلے گا، اشارہ کیا۔
 اسد اللہ کا دسٹر سہ آیا اور کلرک سے بولا۔ ”اچھا تو جناب میرا حساب
 کر دیجئے اب تو مجھے بھی مرید کے ساتھ رہنا پڑے گا۔“

کلرک نے جلدی جلدی حساب کیا تھا اور وہ اب بھی کر کے صدر دروازے
 کی طرف بڑھ رہا تھا کہ عمران تیز قدموں سے چل کر اُس کے بارہ سپر ہڈیاں آجستہ
 سے بولا ”اُوں درے کے احقر ہو۔ جلدی سے نکل چلو ورنہ دھرنے
 جاؤ گے۔۔۔۔“

”مم۔۔۔ میں۔۔۔۔“
 ”باتیں پھر ہوں گی۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ اپنا کوئی آدمی ہیں
 ضرور چھوڑ گئے ہوں گے۔“
 وہ آتے اپنی ٹوسٹر تک لایا تھا۔۔۔
 ”بھیر۔۔۔ ملٹری سے۔۔۔“

دو دو اصطلاحی طور پر دروازہ کھول کر کھڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ عمران
 نے انجن اشارت کیا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔
 ”یہ کیا احمقانہ حرکت تھی۔ اُسے مہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ عمران بولا۔
 ”میں کچھ نہیں جانتا۔ امیری عدم موجودگی میں بیٹو ہاشمی یہاں آئی تھی اور مجھے

فون پر اطلاع دی تھی کہ اس طرح اُسے داراب اور پہنچا دوں :-

”تم خوش میں چور کر گئے تھے۔“

”جی ہاں! بالکل بے ضرر تھا۔ جو کہا جاتا تھا وہی کرتا رہا تھا۔“

داراب اور ذکا قواب رُخ بھی دیکر نامیتر باشی سے توجہ طلب کیا جائیگا پسائیں وہ کن دھنوں میں رہ رہا ہو گا، اسی اسوقت پہونچا تھا۔ سب کچھ چور کیا تھا۔ مجھے اُس کے بارے میں دوسری ہدایت ملی تھیں۔ یہاں پہونچکر ان لوگوں کی پھونکیاں سنیں تو تیار انتظار کرنے لگے کہ کیا کچھ بھی داراب اور اسکے ہوتے۔

”کبھی نہیں۔“

”خیر۔ خیر۔ اب اُدھر کا رخ بھی دیکر نا۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سیدھا میرا ہی کے پاس جاؤں گا۔“

”قطعاً نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ مجھے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارا تعاقب

تو نہیں ہو رہا۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں :-“

”تم اپنے منہ پر دھن لکھ کر لو، عمران نے کہا۔ تاکہ پہلے نہ جاسکو :-“

اُس نے منہ سے پر عمل کر کے دھنیں لگائی تھیں :- اور تھوڑی دیر بعد گاڑی سائیکل میں گیارہ میں داخل ہوئی تھی اور گریج کا دروازہ خود خود ہونگ تھا۔ عمران کے اشارے پر وہ گاڑی سے نرٹھ اُتر اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا تھا :-

”کیا کلفت کے ذریعے میری منزل پہونچے تھے۔ عمران اُسے ایک کمرے میں لے گیا۔“

”تم ہمارا آدم کرو۔“ اُس نے کہا۔ ”لیکن خود سے کمرے کے باہر قدم بھی نہ نکالو۔ جس کی بھی ضرورت ہو میری خدمت کرنا اور کہہ دیا۔“

”بہت برسرِ حجب :-“ اُس نے گوگرد کے سے عالم میں کہا تھا۔

”عمران دوسری منزل پر آیا تھا۔ اپنے کمرے میں پہونچکر مادر سے فون پر رابطہ قائم کیا۔“

”اُسے ہوش چل گیا ہے۔ کسی نشہ آور دوا کے زیرِ اثر تھا :- غادر کی آزمائی اپنا نام سونپائی کا رعب بتا رہے :-“

”خوب۔ اور کچھ :-“

”حیرت انگیز باتیں کر رہے :-“

”کہاں رکھا ہے :-“

”آہستہ تھیر کے برابر لے کرے میں :-۔ آخر آپ وہاں کس طرح جا پہونچے تھے :-“

”اطمینان سے بتاؤں گا :-“ کہنہ عمران نے سلسلہ فقط قطع کر دیا۔

پھر وہ اسی فون کی طرف متوجہ ہو رہا تھا جس سے ٹیپ ریکارڈر رُخ تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ ٹیپ ریکارڈر کے مختلف سوئیچ آؤٹ اور آن کرتا رہا تھا۔ پھر صند کی آواز آئی تھی :- ٹیپ اپ اسٹاپ کلب میں جو لیا کی نکل کر لے لے کر لے لے کر

ٹیکسی میں جو لیا کے ٹیکسے تک اُس کا تعاقب کیا تھا اور پھر وہاں سے سیدھا داراب اور چلا گیا تھا۔ وہاں اُس نے ٹیکسی چور دی تھی۔ یہ آؤ گئے تھے تک داراب اور کے ملنے اُس کی دکان پر منتظر رہا تھا۔ لیکن وہ ابھر نہیں آیا تھا، جو لیا کے ٹیکسے کے آس پاس پھر کوئی ایسا فرد نہیں دکھائی دیا۔ یہ پھر نگرانی کا جذبہ کا سکہ :- اور رائیڈ آلی :-

ٹیپ ریکارڈر سوئیچ آؤٹ کر کے عمران نے فون پر جو لیا کے نمبر ڈائل کئے تھے :-

دوسری طرف سے جو لیا کی آواز آئی تھی :-۔۔ اُس نے جھوٹے ہی سوال کیا تھا کہ خود اسے کیوں ڈر رہا ہے :-

”پھر کچھ بھی جوں ہے اُس کا کرٹے میں نہیں دواؤں گا :-“ عمران نے جواب دیا۔

”کیا برا ہے۔“

”ایک عدد رفتہ دھاری دار آدمی اٹھ لگا ہے۔“

”کیوں ایک ہے ہو۔“

”کیوں میں ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ انہیں تو بکے حکم تانی تک گھر سے باہر نہیں بچھو لگی ہے۔“

”اور اس کافی ملا لکھنے کیا کروں۔۔۔ وہ میرے بنگلے میں تو رات بسر نہیں

کرے گا۔“

”خیر لکھ نہیں لیتا۔۔۔ میٹھیہ رہ رہ رہ۔“

”جن کی دو بوتلیں صاف کر چکا ہے۔ اس وقت تک۔۔۔ کیا تم مجھے ہنری فورڈ

کی ٹرامی سمجھتے ہو۔۔۔“

”افرا جاتے گا اور ہر سا بکھویشن بھوادیانہ چیت اڑائی کرتے گا۔ ویسے

اب یہاں صاف ہے۔ جوت کراس نیٹ ہے دو۔۔۔ دو ج خود رکھو اس

سے بکھو کہ تمہاری گاڑی وہیں کھڑی کرے گا جہاں سے ڈھنگ لایا تھا۔“

”کی بات ہے تم بہت سیریں معلوم ہوتے ہو۔۔۔“

”ہند میریوں کا تو کم نہیں ہے۔۔۔“

”پھر تم اس کے کہ جیسا کوئی دوسرا سوال چڑھتی اس سے مدد منقطع کر دیا۔ اور

کمرے سے نکل کر سر جیکل ڈورڈ کا ریل میل پڑا۔“

”ڈورڈی ڈاکٹر سے دھاری دار آدمی کے ہائے میں اسٹھسار کیا تھا۔۔۔“

”اب تو گھری ہند سو رہا ہے نہ ڈاکٹر ڈورڈ۔“

”خواب آوا اٹھ گھٹن۔“

”ہرگز نہیں، خود بخود سو رہا ہے۔“

”اچھے ہائے کیا تالیا تھا۔“

”وہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔۔۔ کسی اور نے اسے بتا دیا کہ کس کا نام

سورڈی کا رہا ہے۔“

”دارداشت کھو بیٹھا۔“

”میران صاحب! یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔“

”درنگین دھار لایا۔“

”قد رتی۔۔۔ تعجب نہیں کہا جاسکتا کہ وہ انسانی عقل کا کوئی کارنامہ ہو گا۔“

”اے۔۔۔ تو اب یہی ہو گا کہ کارزار میں کہاں سے آیا تھا۔“

”یہ بھی نہیں بتا سکا۔ البتہ یہ ضرور کہتا ہے کہ صرف حکم کی تعمیل اس کی

مرتب ہے۔ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی مصروف نہیں۔“

”کیا خیال ہے۔۔۔ اب خود بخود میدان ہند کے خانے کے لئے کوئی

درا اس کے حکم میں پہنچائی پڑے گی۔۔۔“

”اس کے ارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔۔۔“

”در اصل میں بھی اس سے جملہ باتیں کر رہا ہوں۔۔۔“

”میدان حوتے کا انتظار کرنا پڑے گا۔“

”اچھی بات ہے۔۔۔ عمران نے طویل ماضی لی تھی اور واپسی کے لئے

مڑ گیا تھا۔“

”پھر وہ میری غزل پر پہنچا تھا اور اس قدر کے کمرے کے دروازے

پر دستک دی تھی۔“

”دروازہ کھلا اور وہ داخل ہو گیا۔“

”تجربہ کوئی نکلے تو نہیں ہے اس قدر۔ اس نے پہلا سوال کیا تھا۔“

”میرا نام اسد اللہ نہیں ایشر سنگھ ہے۔“

”تب تو بڑا احمق و ترجمہ کیا ہے اپنے نام کا۔۔۔ ویسے کیا تم جانتے ہو کہ

میں کون ہوں۔“

”جب تک کہ تباہی و تعارف نہ ہو کوئی کسی کو نہیں جانتا۔“

”تو پھر مجھے بتا دینا چاہیے کہ میرا شمار کون کون کے محافل میں ہوتا ہے؟“

”جی میں نہیں سمجھا۔“ ایڈورسنگھ چونک کر بولا۔

”مطلب یہ کہ میں تمہارے اس کا آدمی نہیں ہوں؟“

”تو پھر۔ تو پھر۔“

”تم نہ پر حراست ہو۔“

وہ ہونٹوں کی طرح منہ کھولے اُسے دیکھتا رہا۔

”اُس دھاری دار آدمی کو تم کہاں سے لائے تھے؟“

”مہم۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“

”خواہ خواہ رہا ان کو تھکاؤ نہیں۔“ مٹی جلد بچی بات بتا دو گئے تباہی حق میں

اتنا ہی ستر ہو گا۔“

”میں کچھ نہیں جانتا۔“

”تو کیا وہ تاسلمان ہے؟“

”میں نہیں جانتا۔“

”اچھی بات ہے ایڈورسنگھ۔ وہ بہت مٹھور کے ہیں اور انسانی گوشت

انہیں بہت پسند ہے۔“

”کلف۔ کون۔“

”اچھی بتاؤ ہوں۔“ اوئیر سے ساتھ: وہ افسانہ جاب ملنے دروازے کی طرف

مڑتا ہوا بولا تھا۔“

دروازہ کھل کر دیکھ کر اسے میں داخل ہوا۔ ایڈورسنگھ ساتھ تھا۔

کمرے میں رشتہ کی کڑے کے بعد اُس نے ایک تناڑ مرکٹ ڈی وی سیٹ

کا سوئچ آن کیا تھا۔ کبھی کبھی کے لغویا سکرین پر ابھرتی جس کے فرش پر کئی

بڑے بڑے اڑے رنگ بے تھے۔

”یہ زہر ہلے نہیں ہیں؟“ عمران نے جھڑم لیے میں کہا۔ لیکن ٹھونٹھونے کے

میتھے ہیں اگر چہ اس کمرے میں مدد کروا جانے سے کچھ صوف بلیوں کا پتھر پڑ چکا

ہے۔۔۔ نہیں۔ ایڈورسنگھ نے غمزہ غمزہ لیے میں بولا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ

وہاں کیسے پہنچا تھا۔۔۔

”کہاں سے لائے تھے؟“

”سہارا لگ رہے۔“ مجھے ہدایت ملی تھی کہ اُسے یہاں لاؤں اور لاڑا میں

قیام کروں۔ مگر عمر گیارہ سال لے گا۔ وہ بے چون و چرا بر حکم کی تعمیل کرنا تھا۔

سہارا لگ رہے یہاں تک برتنے میں آیا تھا۔ اس ہدایت کا ہی خیال رکھا تھا کہ چلنے

کے اعزاز میں نمونیت بننا پڑا تھا۔ جب وہ یہاں تک آیا تھا تو پھر سردار ب

بازر میں پیش کر کے سامنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔

”اب ایک چھوٹا سا سوال ہے۔“

”اگر میرے علم میں ہوا تو ضرور جواب دوں گا۔“

”تمہیں کس سے ہدایت ملتی ہے؟“

”کچھ کی طرف سے جس کا نام ہوں۔“

”اس سچی کے ایسے میں وضاحت سے سناؤ۔“

”سہارا لگ رہے کوئی کچھ کہتی جو سائنسی آلات کا جو پار کرتی ہے۔“

”اس سے قبل کتنے دھاری دار آدمیوں سے سائنس پڑ چکا ہے۔“

”آدمی۔“ ایڈورسنگھ نہیں پڑا۔

”کیوں؟ اس میں شے کی کیا بات ہے۔“

”آپ اُسے آدمی سمجھتے ہیں، کبھی پہلے ہی کوئی ایسا آدمی دیکھا تھا؟“

و ابھی حال ہی میں ایسے ہی ایک آدمی کی لاش ملی ہے۔۔۔

وہاں اس پر بھی مجھے شبہی آئی تھی۔۔۔

دو آئینہ روہ۔۔۔

اے جناب۔۔۔ وہ رولٹ ہے۔۔۔

اس لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہوا تھا، عمران، سکی کھول میں دیکھتا ہوں۔

دھار میں سترتی مروڑتھیں۔ یکں وہ آدمی ہی تھا۔

تھیں۔۔۔ البتہ سترتھ خوف نہ دے رہے ہیں بولا۔ مجھے کب لگا تھا کہ ایک

مقامی سائنسدان سے یہ رولٹ تیار کیا ہے تو کئی احوال سے پوشیدہ رکھا ہے،

اس نے اپنی احتیاطی بات جاری ہے، کیا وہ اب جوت میں ہے جناب۔۔۔

دو ہوش میں آیا تھا۔ لیکن بھروسہ کیا۔

جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے عرض کر دیا۔

میتروڈی کو کب سے مانتے ہو۔

آج ہی سے جناب اس سے پہلے کسی آگے نہیں سنا تھا۔

کیا تیار ہی کچھ کی طرف سے تھیں اس کے مسئلے میں کچھ مبالغہات ہیں۔

مجھ سے کہا گیا تھا کہ اس آگے کوں مرنے کا راز نام کرے گی۔ تاکہ میرے

لارڈز پر پورے اندر کو خبر کیا وہ حال کرنے کے پندرہ منٹ بعد ہی وہ وہاں پہنچے

گئی تھی۔

اور اسی وقت اسے یہ ہوش بھی کوڑا ہو گا۔

جی ہاں۔

مجھ کو ہوش میں آیا تھا۔

اس کے بعد میری ہی میں نہیں آیا تھا۔

تم لارڈز کو وقت پہنچے تھے۔

خانہ چھ بکچ۔۔۔

گورڈو چھ اور سات کے درمیان ہی کسی وقت ہوش میں آ گیا تھا۔

جی ہاں۔

تم غلط کہہ رہے ہو، عمران نے گھوڑا چڑھا دیا اس نے نو بجے ایک نوں ٹال

کا جواب دیا تھا۔

نامکن جناب۔ وہ کچھ سوچتا ہوں اور ان ٹھہرے مجھے یاد آ رہے۔ جی

ہاں۔۔۔ جی بھی ایک سال کسی نے کسی پرفیسر کے ایسے میں بھی تھا۔

تو وہ تم ہی تھے جس نے اپنا نام سوزا اپنی کارب بنایا تھا۔

جی ہاں۔۔۔ اور اس نے اپنا نام لیون کا تیرا بنایا تھا۔

تم نے اپنا ہی نام کیوں نہیں بنایا تھا۔

دو اپنا نام سوزا اپنی کارب ہی مانا ہے۔۔۔ اے اختیار میں میری زبان سے

نکل گی تھا۔۔۔ پھر لیون کا تیرا بن کر مجھے شبہی آئی تھی۔

پروفیسر ضخیم اثرات کر جاتے ہو۔

نبی جناب۔۔۔ اس سے لینے ہی ہے۔

تو نہیں خصوصیت سے کرو مہر گیا وہ حال کرنے کی جاہت ملی تھی۔

جی ہاں۔

تم نے خود کک کر لیا تھا پہلے ہی سے تمہارے نام پر کک تھا۔

جی نہیں۔۔۔ میں نے جی کر لیا تھا۔

تغیب سے کہ نہیں وہ کمرہ خالی کیا۔

جب میں نے کمرہ مہر گیا وہ کہنے لگا تھا تو کک کو بھی حیرت ہوئی تھی کہ کک

موت کمرہ مہر گیا وہ ہی اس وقت خالی تھا۔ اس کے علاوہ اور سائے کمرے یا تو کک

نے یا آ رہے۔

” دلچسپ اتفاق ہے، ” عمران آئے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

” آپ یقین کیجئے کہ اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔ “

” تم اس وقت کہاں تھے جب میرے آدمی اسے کمرہ نمبر گیارہ سے نکال لائے تھے؟ “
” میٹرڈاش کی حیات کے مطابق ریورینس کا انتظام کرنے گیا تھا تاکہ اسے ایک
بیہوش مردہ کی صورت میں لاڈلار سے داراب اور منتقل کیا جاسکے۔ “

” تمہاری کمپنی کا سسر براہ کون ہے؟ “

” ڈاکٹر کے سنگی۔ “

” سچی۔ یہ کیا نام ہے۔۔۔ “

” قوم موتی ہے سچی۔۔۔ “

” مقامی اکوئی غیر مقامی۔۔۔ “

” مقامی ہی ہے جناب۔۔۔ “

عمران نے اس کے اسے میں ضروری معلومات حاصل کی تھیں اور پھر انشورسنگ
سے بڑا تھا، جو کہ تم نے مجھ سے تعاون کیا ہے۔ اس لئے تمہیں وہاں کوئی تکلیف
نہیں ہوئے پائے گی۔ “

” لیکن آخر کار میرا حشر کیا ہو گا۔ “

” اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تم ہمارے سنگی مرگے کا آزار بنے ہو تو تمہیں اپنے انعام کے
بجائے میں زیادہ سزا دیں گی۔ “

” میں نہیں سمجھا جناب۔۔۔ “

” تمہارا دیکھا ڈھرب نہیں ہونے دوں گا۔ “

” بہت بہت شکریہ جناب۔۔۔ “

ویدھ کے ذہنی دھاریوں والی لاش کی تصویر اور میٹرڈاش کا رونا ہوا کراہک
ساتھ اجازت میں شائع ہوئے۔ ” سفارت ہدے کے غلے نے اسے وانگسٹون کی
حیثیت سے شناخت کر لیا تھا۔ “

دوسرے عمران نے اس آدمی کا خاکہ سائیکو منیشن کے ایک ایکسپٹ سے بولا تھا جو
زندہ ہاتھ لگا تھا۔ لیکن ابھی اس کی تشہیر نہیں کی گئی تھی۔ میکروڈا اور میٹرڈاشی زیر
تحریک تھے۔ اس شخص کی بھی گرائی کی جارہی تھی جسے صدر نے داراب اور زمین داخل
ہوتے دیکھا تھا۔ شاید وہ وہیں مقیم بھی تھا۔

داراب اور کے اسے میں معلوم ہوا تھا کہ وہاں سانپ کی کھاؤں کا ایک جڑ
رہتا ہے۔۔۔ :

سب رنگی دھاریوں والا زندہ آدمی سائیکو منیشن ہی میں تھا۔ لیکن ابھی تک
اس سے عمران نے کوئی بھی کچھ نہیں کہی تھی۔ آئے سر سلطان کے سامنے چپ
کرا گیا جو ایک زندہ آدمی میں سائیکو منیشن آئے تھے۔

” بعض اوقات تو میں سوچنے لگتا ہوں کہ میں تمہارے ایس جڑاؤ اور میں تو نہیں
ہے۔ “ سر سلطان نے عمران سے کہا تھا۔

” جڑاؤ تو نہیں ہے کیوں اب یہ صورت سے بھی الودین لگے لگا ہوں شاید
عمران نے جواب دیا تھا۔

” کیا یہ بات بھی کر سکتا ہے؟ “

” کچھ پوچھ کر دیکھئے۔ “

سرنگا دی اس طرح سر جھکاتے میں تھا جیسے کچھ سن ہی نہ رہا۔
عمران نے کہتے ہوئے دیکر کہا، ” ایسا کیا کرتے؟ “

”مردمانی کاروبار: اُس نے خوب دیا تھا۔“ در سر سلطان حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

”یہ کیا باتا رہا ہے۔“ عمران سر اُٹھ کر بولا۔ ”پھر اُس نے دوسرا سوال کیا۔“ اسے باپ کا کیا نام ہے۔“

”میں نہیں جانتا۔“

”کہاں رہتے ہو۔“

”یہیں رہتا ہوں۔“

”جس کے ساتھ تم بے رستہ میں سفر کیا تھا وہ کون ہے۔“

”مشرقا اللہ! مجھے ایسی بڑی شکر لایا تھا۔“

”تم نے اس پر احتجاج بھی کیا تھا۔“

”احتجاج کیوں کرتا۔“

”یعنی اگر کوئی تمہیں ایسی بھڑائی دے کہ تم احتجاج بھی نہیں کر سکتے۔“

”کیا ضرورت ہے۔“ اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

”اُس سے پہلے تم کہاں تھے۔“

”یہیں تھا۔“

”تم کس سے مختلف کیوں ہو۔۔۔۔۔“

”اللہ کی قسم۔“

”ماشاء اللہ۔“ عمران خوش ہو کر بولا اور سر سلطان اُسے غور کر رہے تھے۔

”کیا یہ سچی بات نہیں بتائے گا؟“ سر سلطان نے غوری دیر بعد عمران سے پوچھا تھا۔

”یہ سچی بات کر رہا ہے۔“

”کیا مطلب۔“

”مردمانی کاروبار کے علاوہ، پناہ اور کوئی نام ایسے یاد نہیں۔“ بریں دانشک کا کیس ہے۔“

”غزوری نہیں۔“

”ہر گزیم کے جذبے سے بھی ماری ہے۔“ میں ثابت کر سکتا ہوں۔“

سر سلطان کی یہ یقینی فریغ کر کے کچلے عمران اُس آدمی کو اُسی کمرے میں لایا

تھا جہاں ایسور سنگھ نے اعزازات کئے تھے۔

سر سلطان بھی ساتھ آئے تھے۔ عمران نے وی کی کاسو پیچاں کیا۔ اسکرین پر

اُسی کمرے کی تصویر اُبھر رہی تھی کہ اس پر کئی آتش دھبے برپا ہوئے تھے۔

”تم دیکھو۔“ پوچھا۔ ”عمران نے اس کا دی سے پلہ چھڑا۔“

”اُنا! میں دیکھ رہا ہوں۔“

”یہ اسی عمارت کا ایک کمرہ ہے۔۔۔ اور یہ آتش دھبے کئی دن سے بجھ کر رہے ہیں۔“

وہ کچھ نہ بولا۔۔۔ عمران نے کہا، ”اگر کوئی اس کمرے میں داخل ہو جائے تو یہ

اُس کا گوشت فروج کھا گیا ہوگا۔“

وہ اب بھی خاموش ہی رہا۔ اور اُس کی آنکھیں ہر چند کھلی۔ وی کی اسکرین

پر کئی بھڑائی تھیں لیکن ان سے لاقبلی خاطر ہو رہی تھی۔ کسی جذبے کا دور

دور تک پتا نہیں تھا۔

”تم کچھ نہیں بول سہ اس لئے تمہیں اس کمرے میں بند کر دیا جائیگا۔“ عمران

نے غزوری دیر بعد کہا۔

”بند کر دیا جائے۔“ اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

”وہ تمہارا گوشت کھا جائیگا۔“ وہ وہاں صرف بلیوں کا چھڑا دیا جائیگا۔“

”پڑا رہ جاتے۔“ اُس نے ہنسا لہجے میں کہا۔

عمران نے سر سلطان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ وہ صرف مرکوبنش دیکر روئے تھے!

پھر اُس آدمی کو اُس کمرے میں بند کر دیا گیا تھا جہاں اُسے رکھا جانا تھا۔

”تم آخر کیا کیا چاہتے ہو؟“ سر سلطان نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”مقتصد جناب! یہ انسانی کارنامہ ہے۔ اس لئے مقتصد ضرور رکنا ہو گا۔“

”انسانی کارنامہ۔“

”تو تمہیں کیا یہ کوئی نئی نسل دریافت ہوئی ہے۔“

”خدا جلے۔“

”اگر اس نوعیت کا اختتام اسی لاش پر ہو گیا تو تو میں سمجھتا کہ ممکن ہے کہ وہ کسی بڑے سمندری سفیر سے برآمد ہوا ہو۔ لیکن یہ دوسرا زندہ آدمی جسے اتنی رازداری سے کہیں لے جایا جا رہا تھا۔ انسانی طاقتوں کا نتیجہ معلوم ہو گیا ہے۔“

”مگر یہ دھاریاں۔۔۔“

”اس سائنسی دور میں ممکن نہیں ہے۔“

چلو تسلیم۔ وہ طویل سالن لے کر بولے ”لیکن مقتصد۔“

”دیکھنا بیڑے گا۔“

”ذاتی طور پر اس پر روتی ڈال سکتا ہے۔ اور زندہ دھاری و آدمی۔“

”یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ وہ دھاریاں سے عاری ہے۔ صرف احکامات کی تعمیل کرتا ہے۔ اسی بنا پر اپنی روتی لگے کہ وہ روتی سمجھنا۔“

”اچھا تم۔۔۔“

”نہ کے آس پاس ہی کہیں مقتصد بھی پرستیدہ ہو گا۔“

”کیا اس آدمی کی دریافت کو روتی سے دیکھو گے۔“

”صرف اسی حد تک کہ وہ دوسرا در آدمی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”بہر دھاریوں کی آواز سے۔۔۔“

”مگر یہ احکامات میں سب کو روتی سے عاری ہوں۔“

”اچھا حال ہے۔ کم از کم تو آدمی ہونے کا وہ ہے کہ۔“

”جس طرح دانگ لین۔۔۔“

”دانگ لین کا نام موت و رستاخاست حتمی نہیں ہے؛ جو کتاب ہے وہ محض مسئلہ بردانگ لین کا۔“

”یہاں سدا دانگ لین کا نہیں ہے۔ دانگ لین ہوا۔ جو بات دراصل یہ ہے کہ لاش کا بارہ دھاریوں کو مقرر کر کے کر لیا گیا ہے۔ قطعی نہیں دیکھا گیا کہ موت جس طرح واقع ہوئی۔ اور یہ دیکھا بہت ضروری تھا۔ یہ حتمی شہادت کی بات تو وہ بھی نامکن نہیں۔ سفارت خانے سے اس کے منکر پر مشن منگو ایجے سستی رستاخاست ہو جائے گی۔“

”یہ ضرور ہونا چاہیے۔“

”اُس سے بھی زیادہ ضروری موت کا سبب معلوم ہونا ہے۔“

”سر سلطان ضروری دیر بعد واپس چلے گئے تھے۔۔۔ پھر تین گھنٹے کے اندر امداد نے دانگ لین کی موت کا سبب معلوم کر لیا تھا۔ اُس سے سر سلطان سے فری پر دوبارہ رابطہ قائم کیا اور پوچھا ”موت کا سبب زہر۔“ کسی خارجی ذریعہ سے جسم میں داخل ہوا۔ دھبے پیر کے انگوتے میں پیاسے پائے جانے والے نشانات کی بنا پر ایکسپٹ نے موت کا سبب سانپ سے ڈساجانا قرار دیا ہے۔“

”سفارت خانے سے اطلاع ملی ہے کہ دانگ لین کے ریکارڈ کے ذریعے سے ڈنگر پرنٹس کا کارڈ غائب ہے۔“ سر سلطان نے اسے اطلاع دی۔۔۔

”اس طرح حتمی رستاخاست بھی شکل بنا دی گئی ہے۔“ عمران طویل سالن بیکر لولہ

”حالانکہ تو خود سفارت خانے ہی نے دوائی تھی۔“

”میکو نو اور منگو لاشی زہر لگ رہی ہیں۔“ عمران لولہ۔

”یہ فکر سمجھ میں آئی۔۔۔“

”منکر نہ کیئے۔۔۔ سفارت خانے کے بعض امر و پچھلے یہ ہے میری

لڑائی میں ہے۔ ۱۰۔
 ”اور کوئی خاص بات۔“
 ”جی نہیں۔“ ہیکٹر عمر نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر اس نے سفید کے نمبر ڈرائیل کئے تھے۔ لیکن وہاں سے جواب نہ ملے۔
 ریسپرور کھڑی تھا کہ کبھی بھی :
 دوسری طرف لیٹتے چڑھ جاتے۔ اس نے اطلاع دی کہ جبریل کی لڑائی

پر شور مچا رہی ہے۔ لڑائی کرنے والا وہ آدمی نہیں ہے جس نے پچھلے دن میٹر ڈرائی کی لڑائی سے براہ کمر لگائی کا آغاز کیا تھا اور پھر دایاں بازو میلانیا تھا۔
 ”تو اب تم یہ دیکھنا ہے کہ اس کی داہنی بھی دایاں بازو ہی نہ ہوتی ہے یا نہیں۔ اور چوڑا ہے کہ وہ صرف اپنے ننگے ہی تک محدود نہ ہے۔“ باہر بھی

نکلے۔ ”عمران نے کہا۔
 ”مہبت بہتر۔“
 عمران نے ریسپرور کی ٹیل پر رکھ دیا۔

”کیٹن“ نیاں کی بڑی حالت بھی ملی ہی بدل کر رہ گیا تھا۔ دن بھر مارا دان کے جنگلوں کے مختلف حصوں میں مارا مارا پھرتا اور شام کو ایک میل کو بیٹھ کے ڈریسے سردار گٹھ واپس آ جاتا۔ ارشد کے علاوہ دیکھے سامنے بھی ایسی راہ لگتے تھے۔ اس نے تو ارشد سے بھی کہا تھا کہ وہ بھی اپنا کام دیکھے لیکن ارشد اس پر تیر نہیں ہوا تھا۔ خان صاحب کی بار بار سے قبل نیاں کا

”کیا“ ایک عجیب و غریب اشتہار نہیں ہے۔ ارشد نے کہا۔
 ”نیاں کو کچھ نہ بولا۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اگر وہاں کسی عبد اللہ کا نہ ہوتا تو اسے ہرگز غصہ نہ آتا۔
 ”مدد کی پسا۔“ وہ دفعہ ارشد اچھل پڑا۔
 ”کیا بات ہے۔۔۔“

”کہیں یہ جان صاحب ہی کی حرکت نہ ہو! خواہ خواہ سستی پھیلا جائیے
جون۔ ورنہ اشتہار میں عبداللہ ان کا تیا کیوں موجود نہیں ہے۔“
”اسی لئے کوہد اللہ ان کی بجائے واقف حال اپنے قریبی تھانے سے بڑھ کر ہے۔“
”میں نہیں سمجھا۔“

”تم نہیں سمجھ سکو گے۔۔۔“

ارشد اس کی تسکین دیکھتا رہ گیا۔ اور فیاض نے جھپٹ کر بون کا بیسیر اٹھایا
تھا۔ ایک پچیس گے رابطہ قائم کر کے طرفین نا صلے کی کال بک کرائی تھی اور اپنے منکے
کے حوالے سے ترجیحی سلوک کا مطالبہ کیا تھا۔ ورنہ کسے اندر اندر ہی لائن
میں لگی تھی اور اس نے اپنا بڑا کمرن کے ٹیٹ کے ٹمبر دوبارہ بتائے تھے۔

”ہیسو۔۔۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔“

”کون۔۔۔ عمران۔“

”ہاں۔۔۔ عمران۔۔۔ کون ہے۔۔۔“

”فیاض۔۔۔ سرکار گھر سے۔۔۔ تم نے وہ تقریر کیوں شائع کر لی ہے؟“

”تم سے مطلب۔۔۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔“

”مطلب نہ ہوتا تو کال کیوں کرتا۔“

”کیا وہی ہے۔۔۔“

”بالکل وہی۔۔۔ لیکن اس میں کونسی معلوماتی پرتیبہ ہے کیا میں فائلنگ گراؤت

نہیں ستانے کر سکتا تھا۔“

”وہ کر سکتے تھے لیکن تم سے یہ معلوماتی سرزد نہ ہو سکی۔“

”کیا وہ تہرہ میں لگ جوا تھا کہ اس کی ضرورت پیش آئی۔۔۔ لیکن آخر اس کا
مقصد کیا ہے۔۔۔ تم سے آرٹسٹ سے تقریر کیوں بڑی فائلنگ گراؤت سے سکتے تھے؟“

”چلا چھا ہوا کہ تم سے یہ کار کرنی۔ واپس جاؤ۔ وہاں جھک نہ مارو۔“

”کیا مطلب۔۔۔“

”واپس جاؤ۔۔۔“

”جب تک پوری بات نہ سمجھ بیروئے والیں آئے گا سواں ہی نہیں پہنچتا۔
دوسری طرف سے سلسلہ قطع ہو۔۔۔ کی آواز آئی تھی اور فیاض چپیتا ہی رہ

گیا تھا۔۔۔“

”اُدھر سے ڈس کنکٹ کر دیا گیا ہے۔۔۔ آپ بڑی کی آواز آئی۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ فیاض نے کہا اور خود ہی ریسپونڈ کر دیا۔“

”کون تھا۔۔۔ کس سے بات ہوئی تھی۔۔۔ ارشد نے پوچھا۔“

”مہرے ایک دلہان۔۔۔“

”کیا کہہ رہا تھا۔۔۔ اور تصویر اس نے کیوں شائع کر لی ہے۔“

”بڑا خیال ہے کہ اس سے صرف مجھے متوجہ کر کے کپٹے کیا گیا ہے۔۔۔ شاید اسے

حال صاحب کا سٹراٹجی مل گیا ہے۔“

”لیکن یہ تصویر۔۔۔ آرٹسٹ کی مانی ہوئی تصویر کا مطلب میری کچھ نہیں سکا۔“

”مجھے سوچے دو۔۔۔ فیاض سر ہچک کر بیٹھ گیا، اس کی آنکھوں میں لہجوں کے

آز تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بڑبڑایا۔ لیکن وہ مان رہا تھا۔ وقت تو نہیں

تھا! اگر اسے ان کا سٹراٹجی مل گیا ہے تو تصویر شائع کرانے اور پھر فائلنگ گراؤت کیوں

ہوئی۔۔۔ اُدھر سے ڈس۔۔۔ کہیں خان صاحب کی لائن تو نہیں ملی۔ محض شامت

کرنے کے لئے اس نے لائن کو دیکھ کر ذمہ آدمی کی تصویر کی آرٹسٹ سے ہوائی ہوئے

”کیا وہ آپ ہی کے ٹکے کا کوئی آدمی ہے؟ ارشد نے سوال کیا تھا، لیکن اسے

اس کا جواب نہ مل سکا۔“

”یہ دونوں سرکار گڈ کے سب سے بڑے بڑے اسٹریٹجی میں تھے۔“

”نہر جینگل کی فاک چھاتے اور شام کو پوس آکر اس بڑی طرف ڈھیر جوتے کرتے

کے کمانے کی بھی مدد نہ رہتی اور پھر دوسری مہینے سر سے خاں سنا۔
کی تلاش کا آغاز ہوتا۔

لیکن آج عین سے فون پر کنگلو کے بعد سے فیاض نے بہت باری تھی اور
اُسے عین پر ہے کتا غصہ بھی تھا۔ مگر اُس نے پوری بات سادی ہوتی تو
ذہن سے وہ بوجھ ہٹ جاتا جس نے کئی دنوں سے اُس کی زندگی کرا رہی تھی۔

”تو پھر آپ کیا ارادہ ہے۔“ ارشد نے پوچھا۔

”آج آکر بیٹھے۔“ فیاض جھٹکا کر لہلا۔

”میں نے پوچھا تھا کیا وہ تصویر آپ کے ٹھکانے کی طرف سے تالی لائی گئی تھی۔“

”یہی گھر۔“

”تو پھر لاش کی شناخت بریکنگ بریکنگ شہر میں خاں صاحب کے سیکورٹس وائف ہو گئے۔“
”ہو سکتا ہے۔“ فیاض نے جہاز سے کہا۔

”اُس کال کے بعد سے آپ یہ تبدیلی محسوس کر رہے ہیں کیا صاحب۔“

”بات بُری نہیں ہو سکتی تھی اس لئے۔“ فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”کبھی
وہ سے لاش ڈیڈ ہو گئے۔“

”دوبارہ آنا ہے۔ یہ تو بہت مزید بات تھی۔“

”یاد رکھ کر۔ میں تو حق دیکھتی اور اگر ہاتھ دے دوں تو کام تو صرف میرے ماتحت
بھی کر سکتے تھے۔“

”تصویر کا ستر کے سلسل پر لٹاؤں رکتے تھے۔“

”میرا خیال ہے کہ خاں صاحب کی لاش یہی تھی۔“

”لیکن کہاں۔ وہ تو جنگلی میں گم ہوئے تھے۔ اگر جنگل میں لاش ملتی تو پہلے
میں خبر ہوتی۔ براہِ دست آپ کے بیڈ کو آرٹ ٹیک بات کیجئے جاپو بیجی۔“

”اچھا۔ پس! اب مجھے سوچنے دو۔“

ارشد اس کے کمرے سے چلا گیا تھا اور فیاض نے ماتھر روم کی روٹی تھی۔
اور بھی ہاتھ دھو کر آیا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی شروع ہوئی۔

”جسم میں خاں۔“ کچھ دیر پھر داتوں میں برتن کرتے لگا گھنٹی بجی رہی
آخر فیاض کو کمرے میں آتا تھا اور میسرور تھا مگر خاں نے یہ بات دہرائی تھی۔ ”ہو۔“
”ارشد کی وجہ؟ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کون ہے۔“

”ایک ہمدرد۔“

”مقصود کیا کرو۔“

”تم نے اجازت میں وہ تصویر دیکھی۔“

”تم آخر ہو کر۔“

”ہنا جکا ہوں کہ ایک ہمدرد تم سے منطقی ہے۔“

”کیا تم مجھے جانتے ہو۔“

”اچھی طرح۔ اور یہ کہ کیا ہوں کہ میری مدد کے خیر تم لیجئے ساتھ کو قاتل
میں کر سکتے۔“

”اس صبح ہمدرد تو فون کال کی بجائے تمہیں ہی آتا تھا میرے پاس۔ کیا
میں غلط کہہ رہا ہوں۔“

”حالات کی نشیہ میرے حق میں بہتر ہوگی۔“

”اچھا تو سمجھ۔“

”تم ہی مجھ تک آئے کی کوشش کرو۔“

”کس طرح اور کہاں۔“

”میں آنا آزادی کے اس پہلو پر مجھے موجود جس طرف تکتا ہے۔“

”کس وقت۔“

”ٹھیک گیارہ بجے۔“
 ”لیکن میں تمہیں یہاں فرائض کا کیسے۔۔۔“
 ”اے! کیا کافی ہے کہ میں تمہیں یہاں خود ہی مل بیٹھوں گا۔“
 ”لیکن اگر وہ کوئی کام کی بات نہ ہوگی تو تمہیں میرے وقت کی بربادی کا خیال دے
 جتنا ہے۔۔۔“
 ”میں تمہارے عہدے سے واقف ہوں کتنا صاحب۔۔۔“
 ”اچھی بات ہے! یہ وہاں گیارہ بجے ملوں گا۔“
 ”اور تمنا آؤ گے۔۔۔“
 ”یہ کیا بات ہوئی۔۔۔“
 ”اگر مجھے شبہ بھی ہوگا کہ تم تمہاں نہیں ہو تو ہرگز نہ ملوں گا۔۔۔“
 ”مخلصین دعوہ۔ میں تمہاں ہی آؤں گا۔۔۔“
 ”یاد رکھنا ٹھیک گیارہ بجے۔۔۔“
 ”اگر۔۔۔“ فیاض نے کہا تھا اور اسی وقت تک ریسپور کرپٹل پر نہیں
 رکھا تھا جبکہ کہ دوسری طرف سے سلسلہ متعلق سرے سے تو اور بھی شرمیلی تھی۔
 ابھی گیارہ بجتے ہیں درحقیقت۔ اس نے دم سروں کو رنگ کر کے کمرے ہی
 میں ماضی طلب کیا۔
 اور پھر ٹھیک گیارہ بجے وہ بیک گاڑوں میں منیار زادی کے قریب دکھائی
 دیا تھا اور عدسے کے مطابق تمہاں ہی آیا تھا۔ ارشد کو بتایا تک نہیں تھا کہ کہاں
 جا رہا ہے۔
 ”میں جانب حقوڑے ہی نالے پر ایک آدمی نظر آیا۔ جو آگے اپنے پیچھے
 آنے کا اشارہ کر کے آپ کا منہ ڈھکیا۔ یا اس آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔۔۔ وہ
 کیسا درمیانی فاصلہ پر قرار رکھ کر اس کے پیچھے چلا رہا۔“ فائدہ نگار ڈون کے

”میں جیسے کی طرف جا رہا تھا ہر کنبہروں میں جنگلی جانور بند تھے۔۔۔“
 وہاں ہو چکے تھے لے ایک ایسی روش سے گزرنا پڑتا تھا جس کے دونوں طرف
 میں نہ آؤں گئے۔ یوں دونوں کی تعداد ختم تک چلی گئی تھی۔
 ”یہاں چلا رہا۔ اس روش پر میں وہی رہا۔ سمجھتا رہتا کہ وہی تھی۔
 پھر چلا گیا عقب سے کسی نے فیاض کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگائی
 اور اس کی آنکھوں کے سامنے ادھیرا چھایا۔ قدم نہ کھڑے اور وہ اونٹ
 منہ روش پر جا پڑا تھا۔“
 پھر حوش ہی نہیں رہا تھا کہ اس کے احوال کا ریکارڈ کر کے سکتا۔
 دوبارہ آنکھ کھلی تھی ایک آرام دہ بستر پر اور خاصی دیر تک کھڑی نہیں
 کھڑا تھا کہ کس حال میں ہے! صبح ہو گئی ہے یا قیلوے کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے۔
 پھر یہی ہے ہی نیند کے طوار سے ذہن کو چھینکا رانا بولہ لگا کر آٹھ بیٹھا گردن
 تک ایک بری طرح دکھائی تھی۔ پانچوں طرف نظر دوڑائی۔ بڑی پر تکلف
 خواہش تھی۔ اور اس کی سجاوٹ کا مینار اعلیٰ ذوق کی غماری کر رہا تھا۔
 وہ دوسری سے آترہ دروازے کی طرف بڑھا اور اسے کھولنے کی کوشش
 کرنے لگا لیکن کالہائی ہوئی۔ آخر جھلک کر اسے دونوں ہاتھوں سے پیچھے لگا تھا۔
 پھر کمرے میں کچھ اس طرح کی آوازیں گونجتی تھیں جیسے کسی مائیکروفون کو چھیرا
 مار رہا ہو۔ فیاض چونک کر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 ”کیوں وقت حال کر مجھے ہو کیسے فیاض۔۔۔ کسی کی آواز آئی۔“
 ”تم کون ہو۔ سامنے آ کر بات کرو۔“ فیاض اپنی دھنسی مرنے لگا ہوا رہا۔
 ”سامنے آئے بغیر ہی دو دو باتیں ہو سکتی ہیں۔۔۔“
 ”تم نے بہت بڑے شرم کا ارتعاش کیا ہے۔ تمہیں اس کا حبابہ جھکنا پڑے گا۔“
 ”تھیں بیکل انڈینز کا لہجہ ہونے کی ضرورت نہیں کیسے فیاض کا کام کی بات کرو۔“

”کیا کو اس ہے۔۔“

”کیسٹن فیاض اپنی زبان کو لاریں رکھو۔۔ ورنہ بارہ آسمان زور کے کھو گئے۔“
 پھر یہاں سے کیسے ہوئی آگیا تھا۔ بخود یہ تابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ سچے لیشن
 ایس تھی کہ وہ چپ چاپ تھے اور ابھی جا سکتا تھا۔ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔
 اس اسی سے ملاقات کی تجویز کاؤ کرس نے ارشاد تک سے نہیں کیا تھا۔ اور
 اس کے ماتحت تو سارا دن ہی تک محدود رہتے تھے۔ مدعا عقلمندی کا تعاضد
 یہی تھا کہ جس میں نے کسی کے علم کے ملے کل سے کام لیا یا۔

”آخر تم جیسے کیا ہو۔۔؟ اس سے بالآخر پوچھا۔

”حرف یہ معلوم کرنا کہ تم نے آج صبح طویل فاصلے کی عین کال کیے کی تھی۔؟
 فیاض سناٹے میں آگیا۔ لیکن اس کا رویہ پٹری سے نہ ہر سکا۔ حوراحیاں
 آیا کہ محاسب کی معلومات کا ذریعہ ٹیلیفون ہی سچا بیچ نہیں ہو سکتا ورنہ اس پرچہ
 پھر کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔۔“

”جواب دو۔ تم کہا سوچنے لگے۔۔“

”اگر تم اس حد تک جانتے ہو تو۔۔ ظلم کر لیا کہ کال کی گئی تھی کیا شکل ہے۔

”میں تم سے کچھ نہ مانوں۔۔“

”میرے بیٹے کو اس سے رابطہ قائم کیا تھا اس تصویر کے سلسلے میں۔“

”تھوڑے عرصے کے ساتھ کرائی ہے۔۔“

”میرے علم کے لحاظ سے شاید برقی ہے۔ میرے ایک ایسے دوست کی تصویر

سے جو سارا دن کے ننگ میں لٹکایا گیا تھا۔ میرے علم کے لوگ میرے اس

دوست کے صورت و آئینہ معلوم ہوئے ورنہ تصویر شاخ کرنے کی فریاد بجا نہیں تھی۔

”فریادگران کی بجائے اچھے کی مانی ہوئی تصویر کون شاخ کرائی گئی ہے۔؟“

”اس کا جواب تو وہی ہے جسے کاجر کی تصویر پر ایسا ہو ہے۔۔“

”کیا تم نے بالفاظ طور پر اپنے گنہ دوست کا فریادگران حکم کی تحریک میں
 نہیں دیا تھا۔“

”اس کی ضرورت ہی نہیں تھی میں خود ہی سے تلاش کر رہا تھا اور پھر وہ ستر
 میں تو کم ہو نہیں سکتا اگر ستر کی ضرورت پیش آتی۔۔“

”تو پھر اس کی تصویر کی اشاعت کا کیا مقصد ہے۔۔؟“

”میں میں کچھ سنا۔ فریاد پرچہ کچھ نہیں بتایا گیا۔ البتہ وہی کا مشورہ دیا گیا تھا۔

”تو اس کا یہ مطلب یہ کہ تمہارا دوست بے گناہ ہے۔۔“

”میرا خیال ہے زہد میں جا۔۔۔۔۔“

”میرے کہ کیوں گئے کیسٹن۔ بات پوری کر دو۔۔“

”زہد وہی ہوتا تو تصویر شاخ کرانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ وہ خود ہی بنا دیتا کہ وہ

کون ہے۔ اور اس صورت میں تصویر بھی اچھ کی بجائی ہوئی نہ ہوتی۔۔“

”دلیل عقول ہے۔۔“

”لیکن تمہارا یہ طریق کار کچھ جانا نہیں۔۔“ فیاض نے انفرسٹو اس لیے میں کہا

”آخر تم میں تصویر میرے دوست سے اتنی دلچسپی کیوں ہے۔۔؟“

”اس سے کہہ دینا میں اس پر بہری کشتہ رقم خرچ کر رہا ہے۔۔“

”میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔؟“

”اس کی ویسے ضروری ہے۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں۔ ورنہ یہاں ایسی

ہی چیزیں لگی کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔۔“

”یہ آخر تو تم مجھ سے فور پر بھی کر سکتے تھے۔ یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔۔“

”یہاں تم اس سے گئے ہو کہ تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو جائے اور تم کو شش

کے پنے دوست کو بامعاہ حوالہ کر دو۔۔“

”آخر اس کی بجائے کا تصور کیا ہے۔۔؟“

”غیر ضروری باتوں میں مت پڑو۔ تمہیں جلد ہی زور کر دیا جائے گا۔ اور تم ہماری قوت بھی دیکھ لو گے۔“

نباض کچھ نہ بولا۔ دفتن آستے کھاسی آنے لگی تھی۔ ہر کھل کر ہڑا۔ دیوار کے ایک کونے سے سفید رنگ کا کثیف دھواں خارج ہوتا نظر آیا۔۔۔ سسر چکرانے لگا تھا۔ اور کھانسیاں تھیں کہ کسے کا نام ہی نہ مینی تھیں۔۔۔ اور کچھ وہ دوبارہ میہوش ہو گیا تھا۔

”ہمسُئلے اُچھ گیا ہے۔“ سلطان نے پرتشیت لہجے میں کہا۔

”سفارت خانہ دانگلین کی لاش کا مطالعہ کر رہا ہے۔“

”خواہ۔۔۔ خواہ۔۔۔“ عمران ہاتھ پٹکا کر بولا۔

”مُز سنے اور اُچھ پٹانے سے کام نہیں چلے گا۔“ سر سلطان جھول کر بولے۔

”ایسے جناب! یہ ضروری نہیں کہ ہم بھی اُسے دانگلین کی لاش تسلیم کریں اور اگر وہ تسلیم کر لیا ہی جائے تو کسے ننگر پرنس مین کریں۔“

”وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ننگر پرنس خالی میں موجود نہیں ہیں۔“

”اُن کے اپنے ملک میں تو موجود ہی ہو گئے کہیں نہ کہیں۔ بہر حال ننگر پرنس کے موارثے کے بغیر وہ قانوناً بھی موت لاش کا مطالعہ نہیں کر سکتے! آپ اسی بات پر اُتر رہے ہیں۔“

”نامہ کیا ہو گا۔“

”بہن نامہ ہو گا نہ ہر۔۔۔ لیکن اُنھیں بھی نامہ دیکھا ہے نہیں دیا جائے گا۔“

”اُنھیں کیا نامہ ہو گا۔“

”کچھ نہ نامہ ضرور ہو گا جی ننگر پرنس غائب ہو گئے ہیں۔“

”کھل کر بات کرو۔“

”ننگر پرنس دینے میں پہلہ ہی اسطرح یہ ہیں ہو سکتے ہیں کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔۔۔“

”کیا اچھی طرح جانتے ہیں“ سر سلطان مضطرب انداز میں بولے۔

”یہی کہ وہ دانگلین کی لاش نہیں ہے۔“

”کیوں دماغ حراپ ہو رہا ہے۔“

”یقین کیجئے۔“

”آخر کس بنا پر کہہ رہے ہو۔“

”کتنی بار میں کروں کہ ننگر پرنس۔“

”تھک ہے۔ وہ کسی طرح ظاہر ہو گئے ہوں۔“

”لیکن آپ بہر حال سنا ہم کر سکیں گے۔“

”دانگلین وہاں کا یہ ایشی شہری نہیں ہے جہاں کے سفارت خانے میں

کا کرنا تھا۔ اُس کی ماں مالائی تھی اور آپ جینی! ہانگ کانگ میں پیدا ہوا تھا۔۔۔

جوان کا راز ہانگ کانگ میں ہی گھسٹا تھا۔ پھر دوسری جنگ میں اُس نے جاپانیوں کے

نئے اتحادیوں کی حاسرہ کی شروع کی۔ ہانگ کانگ سے فرار نہ ہو جانا تو اُسے

گول مار دی جاتی۔ اگر آپ چاہیں تو اُس سے ننگر پرنس ہانگ کانگ سے

منگو اسکے ہیں۔“

”اُوہ۔ تو یہ بات ہے۔۔۔“

”جی ہاں۔“

”لیکن مقصد کیا ہو سکتا ہے۔“

”یہی تو دیکھنا ہے کہ سفارت خادویدہ وائلنڈیم سے ایک غلط بات
کیوں سلیم کرنا چاہتا ہے۔“

”اچھی بات ہے، میں سفارتی ذرائع سے اس کے منکر پر منس ہانگ کاٹک
سے منکرانے کی کوشش کروں گا۔“

”میں اس کے بارے میں مزید تفصیلات لکھوا کر آپ کو دیدوں گا۔ بری سانی
سے آپ یہ کام کر سکیں گے۔“

”ایڈورسنگر کا کیا راہ۔“

”ہر ناکا تھا، محض اس کے بیان کی بنا پر ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ وہ
کا سمونیکس کینی کا ملازم ہے۔ کیونکہ وہ اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے کسی
نے تسلیم ہی نہیں کیا کہ وہ ایڈورسنگر کا کسی آدمی کو جانتا ہے۔ کپنی سے تعلق
دیکھنے والے ہر فرد کو اس کی تصویر بھی دکھائی گئی تھی۔“

”تمہارا کیا خیال ہے اس کے بیان کے متعلق۔“

”اس نے خود ایمان نہیں دیا جناب، اور یہ حقیقت ہے کہ اس نے اپنی
دست میں کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کی۔ وہ دھار دہارا دی دھوٹ ہی لگا ہے۔“

”اے اے۔“ سر سلطان چرنک کر بولے۔ ”اسی، استہار کا کیا راہ۔ جو قسم
لے شائع کرنا تھا۔“

”فورہاری ایکشن جناب، سب سے پہلے کیسٹن باض کی کان آتی تھی مورا
گڑھ سے اس نے اسے اپنے گتہ دوست کی حیثیت سے شناخت کر لیا ہے۔“

”اس کے بعد کن تھانوں میں مختلف لوگوں نے تصویر کی شناخت کی ہے۔“

”آخر ہے کون۔“

”ایک مقامی اینڈلارڈ جیج محمد خان۔۔۔ شہر میں کئی بڑی بڑی عمارتوں کا مالک
ہے، تمہارا ہے۔ کوئی ایسا قریبی عزیز نہیں ہے جو ساتھ رہ سکے۔ رہائشی عمارت

میں دو ملازم اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ میں نے وہاں سے منکر پر منس کا مل
کئے ہیں۔ جو اس آدمی کے منکر پر منس سے مطابقت رکھتے ہیں، جس خاص

کے شناخت کر لینے پر مدینہ نہیں ہو گیا تھا۔! اچھا اب جازت دیجئے۔“

”متمبرو۔“ سر سلطان ہاتھ اٹھا کر بولے اور عین اٹھتے اٹھتے رک گیا۔
”مطلب ایڈن والوں کا کیا راہ۔“

”فی الحال انھیں چھڑانا نہیں چاہتا، کا سمونیکس والوں کو ہی چھڑکنا چھڑکنا
ہوں اب یہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔“

”کیا خیال ہے تمہارا۔۔۔ وہ لوگ سارے ان کے جنگل کے قریب شکاریوں کا
کمپ نہیں دیکھنا چاہتے۔“

”پہلے میں یہی سمجھتا تھا، لیکن اب خیال بدل گیا ہے۔“

”کیوں۔“

”اس آئینہ کی وجہ سے کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ وہاں بڑے بڑے شکار ہورہے
تھے حیرت انگیز لاس کی دریافت نے بھی شکاریوں پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔

بلکہ اب تو وہاں پہلے سے زیادہ میسر ہو گئی ہے۔ اس موقع پر کشادہ کرنی زیادہ
دھار دہارا دی ہاتھ آئے۔ میچلن کا خاصا اردھام ہو گیا ہے۔ وہاں۔“

”پھر اس آئینہ کا کیا مطلب تھا۔“

”فدا جانے۔! اگر اسے سانپ نے ڈس مارا تو معاملہ مزید کچھ آگے
بڑھتا۔ لیکن ٹھہر جیتے۔ اس کی ٹمھی سے براہ سہنے والی ماچس کی ڈبیا خالی

تھی۔۔۔ اور شاہداسی وجہ سے وہ وہاں سے واپس چلا گیا تھا اور اسے سانس ہی
لو لے استھان کرنا۔۔۔ واپسی میں اسے سانپ نے ٹس دیا۔“

”کیا تم نے۔ بات مارک نہیں کی۔“

”کونسی۔“ غمری انھیں غور سے دیکھتا ہوا ہوا۔

”مرکب رکھیں گے۔“

”جی سیکندر بابا۔“

”میں نے عرض کیا تھا کہ کیا تم مجھ سے ملاقات کر سکتی ہو۔“

”وہ بھی نہیں ہی۔۔۔“

”تب پھر آپ کون ہیں۔“

”سیکرٹری۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کیوں خان کرتے ہیں جناب! سیکرٹری تو عورت ہوتی ہے۔“

”اور آپ مجھے کاجتے ہیں۔ میں عورت ہوں۔“

”ایسے باپ سے اتنی بھاری آواز۔“

”آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ میرا خلاق اڑاتی ہو۔“

”مم معافی۔ جانتا ہوں۔۔۔ جناب۔۔۔ نہیں جناب۔“

”آپ کا نام لکھ لیا گیا ہے۔ پرووینر کو بتا دیا جائے گا۔۔۔ لیکن یہ ڈی

ڈی کے کسی ڈگری ہے۔۔۔“

”ڈگری نہیں بلکہ ڈگریٹ۔۔۔ عمران نے بیوی میں خیر انداز پیدا کر کے کہا

”ڈگریٹ ڈگریٹ ڈگریٹ۔“

”کسی پرووینر سے ملتی ہے۔ میرے لئے قوتی نی چیز ہے۔“

”بروینر سے ملتی ہے بس کارڈنگ نہیں ہے! عورت ہاں تو ملتی رہتا ہے۔“

”خدا کی پرووینر کے سامنے ہی جاتے والے سحر ہے۔“

”میں لکھ رہا تھا کہ پرووینر صاحب کہاں تشریف لے گئے ہیں۔“

”مردار گڑھے سے باہر نہیں گئے ہیں۔ مجھے بھی بتا کر نہیں ہاتے۔ ملائکہ میں

سیکرٹری ہوں۔“

”پتا نہیں دیکھنے میں کیسی ہیں آپ۔“

”اے سانپ نے ڈسا تھا اور دوسرا داراب ہڈو زمین پر پھیلا جائے گا
تھا جاہاں سانپ کی کھانوں کا ایک تاجر رہتا ہے۔“

”میں اس بدیہی طور کرتا ہوں۔۔۔ اور آج میرا ارادہ ہے کہ غیر قانونی
طور پر داراب ہڈو کی سیر کروں گا۔“

”سر سلطان اے گور کر رہ گئے تھے۔ کچھ بولے نہیں تھے۔ پھر عمران اُن کے
ہنگلے سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ رات کے آٹھ بجے تھے۔ اور نویم خاصا خوشگوار تھا

اُس نے گاڑی تھر کے راستے پر ڈال دی۔ وہ ضمیمہ شرف لہوا کی دو جوان
ہوی کے باغ میں سوچ رہا تھا۔“

”لازار کے کمرہ نمبر گیارہ کی کہانی مترواح ہونے کے بعد سے عمران اُن دنوں
پر بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت محسوس کرنے لگا تھا۔ رات کو اُسوں نے

لہو نمبر گیارہ پھر ڈالا اور لاٹور سنگھ سے کمرہ نمبر گیارہ ہی میں ٹھہرنے کو کہا گیا
تھا۔ اور پھر دوسری صبح پر وینر ضمیمہ نے اُسے سردار گڑھے سے فون پر مطلع

کیا تھا کہ اب وہ لازار میں نہیں ہے۔ مادہ کوئی ایسی اہم ملاقات نہیں تھی
وہ تو اسے اپنے ہی طرح کا ایک فخر اور اچھا وقت گزارنے کا خواہشمند سمجھا تھا۔

فلٹ میڈیوٹیکل سٹس ٹیڈیوں سمجھا لا۔ اور سردار گڑھے کے فٹے
ڈائریکٹ ڈائرینگ کی۔ نافوس کے فون نمبر پہلے ہی معلوم کر چکا تھا۔

دوسری طرف سے کسی کی آواز آئی تھی۔ ”ہالوز۔“

”جی ہاں۔ جی ہاں۔۔۔ نافوس۔۔۔ پاپ پرووینر صاحب۔“ عمران لاکھ
پیس میں بہکلا۔

”کون صاحب ہیں۔“

”علی عمران! ہم ایس سی ایڈ ڈی ڈی اے۔۔۔“

”پرووینر صاحب تشریف نہیں دیتے۔“

دشمنوں کا لباس تمہارے ساتھ جوڑا چاہیے۔۔۔

”ہی کر گیا۔ اچھی بات ہے۔۔۔“

عراق دلیہ پر کھیل پر کہ کر سلیمان کی طرف مڑا تھا۔

”آپ نیشنل لے جائیے۔۔۔ میں دعا کروں گا کہ اللہ آپ کے دربار پر لے آئے۔“

”تو ہے۔۔۔“

”بھروسہ ہے۔۔۔ بھروسہ ہے۔۔۔ بھروسہ ہے۔۔۔ بھروسہ ہے۔۔۔“

”جاسوسی۔۔۔“

”اے اللہ۔۔۔ چوڑا جاسوسی ہے اپنے خدائے مجازی کو۔۔۔“

”یہ تو سپاہی دلاؤ ہے مجھے۔“ سلیمان بڑا سائن بنا کر بولا۔

”اب دفع ہو جاؤ۔۔۔ زندگی کھنڈ پانی کا لٹکا اور یونین سار پر نشین

نہیں ہے۔۔۔“

”مل بیٹہ اور چہ لہا ڈنڈی بھی ہے۔“ سلیمان سر ہٹا کر بولا۔

”چل بیٹہ یہاں سے۔۔۔ بھروسہ ہے اسے دیکھتی ہوئی کوسے سے ہمارے

نکال دے گئے۔“

نہیں زندہ ہیں۔ اور۔۔۔ لوگ ان کی دلیہ کے خواہاں ہیں۔ کیا وہ عراق کے ہاتھ

لگے ہیں۔“

”تھوڑی دیر بعد اسے احساس ہوا کہ وہ کسی تیز رفتار گاڑی کی پچھل

سیٹ پر بیٹھ ہوا ہے۔۔۔ اچھا۔۔۔ مجھے ان کی کوشش کی اور اس میں کامیاب

بھی ہو گیا۔“

”کیا آپ کو خوش آگیا ہے۔“ اگلی سیٹ سے بڑی دلکش نسوانی آواز

آئی تھی۔۔۔“

”جی۔۔۔ جی ہاں۔۔۔“ فیاض بڑھ گیا۔

”ابھی لیٹے رہتے۔ لیٹ جائیے۔“

غیر ارادی طور پر فیاض پھر لیٹ گیا تھا۔ اور دروازہ کرنے والی نے

کہا تھا۔۔۔ آپ متحرک کے کنارے بیہوش پڑے تھے۔ خاصی بھڑکنا

تھی آپ کے گرد۔۔۔ میں اٹھوا لاتی ہوں۔۔۔ اور اب ہم پورے اسٹیشن

کی طرف جا رہے ہیں۔“

”اس کی ضرورت نہیں مجھ پر۔۔۔ وہ کوئی حادثہ نہیں تھا۔ مجھ پر

بیہوشی کے دور سے مرہٹے ہیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔“

”اچھا تو پھر گھر چلتے ہیں۔“ ان کی اہمال آواز کی ضرورت ہے۔۔۔“

فیاض کچھ نہ بولا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے گھر کی بات کی تھی یا اس کے گھر کی۔

”کی وجہ سے تھی۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد کہا تھا۔ ”مجھے انٹر نیشنل

میں آنارڈ دیجئے گا۔ میں وہیں مقیم ہوں۔“

”اب تو میری کوئی آگئی۔“ کچھ دیر یہاں ٹھہریے۔۔۔ پھر آگے بھاڑا

جائے گا۔۔۔“

”جیسی آپ کی تھی۔“ اس نے کہا اور سوچنے لگا۔ آواز تو بڑی دلکش ہے صورت

(میں) ایک بین فیاض کی آنکھ کھلی تو محسوس ہوا جیسے فضا میں تیر

رہا ہو۔ آنکھیں پھر بند کر لیں۔ اور حافظے پر زور دینے لگا۔۔۔ ایک ایک

کمرے ساری باتیں یاد آئے گئیں۔۔۔ یہاں تک کہ میں یاد کر گیا تھا۔ بہر حال

اس کمرے میں جو سے والی گھنٹہ گزرتی ہی اندازہ ہوا تھا کہ اس صاحب کمرے

فیاض کی شکل دیکھنے لگی: فیاض گڑ بڑا گیا۔

”آپ لاؤند ہی۔“

”جی ہاں۔“

”اور آپ نے اس تک اس کی طرف توجہ نہیں دی۔“

”کوئی امکان ہی نہیں۔“

”قطع غلط۔۔۔ ہاتھ کچھ اور کھرا ہے۔۔۔“

”میری چوری شروع ہی سے جاری ہے۔“

”آپ کو دوسری شادی کی چاہیے تھی۔“

”جی ہاں۔۔۔ دیکھ نہیں دیا یا جتا۔“

”کیا یہ ضروری ہے کہ پہلی میری کو دوسری شادی کا علم ہی ہو جائے؟“

”مشکل تو نہیں ہے، لیکن میں سرکاری لازم ہوں۔“

”ہاں، و شوازی ہے، اگر بات مکمل گئی تو۔۔۔ آپ و شوازی میں پڑیں گے

لیکن، مجھے بیٹے۔۔۔ اود۔۔۔“

”وہ کب تک اس کی تھیں کو بہت غور سے دیکھنے لگی تھی۔ پھر بایاں ہاتھ

جی پھیلانے کو کہا تھا۔ تھوڑی دیر کے ابھاک کے بعد سر اٹھا کر کہا، ”آپ کو کسی

ایسے کے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سب کچھ پوشیدہ رکھا جاتا ہے، کیا میں غلط

کہہ رہی ہوں۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔ فیاض مسکاکر بولی، ”آپ تو مجھے تحریک دے رہی ہیں۔“

”اگر آپ کو اپنی تاریخ پیدائش بھی معلوم ہو تو۔۔۔ میں آپ کو بہت کچھ بتا

سکتی ہوں۔“

فیاض نے اسے اپنی تاریخ پیدائش سنائی تھی۔۔۔ اُس نے مزید سے پٹ

اٹھایا۔ اور کچھ کہنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر پوچھنے لگی، ”یہ ایک

لوہا آپ پر بہت سخت ہے۔“

”اود۔۔۔“ فیاض ہونٹ سکڑ کر رہ گیا۔ وہ طویل سانس لیکر پھر بولی تھی۔

”کبھی دوست کی وجہ سے پریشانی میں پڑیں گے۔۔۔ اور دشمنوں سے نکلا

مشکل ہو جائے گا۔“

”سچاؤ کی کوئی صورت۔۔۔“

”اس کا انحصار خود آپ پر ہو گا۔۔۔ یاد دہانی ترک کیجئے یا مشکل میں پڑیں گے۔“

”دراصل میرا ایک دوست گم ہو گیا ہے، مجھے اُس کی تلاش ہے۔“

”اُس کی تاریخ پیدائش بتا سکیں گے۔“

”نہیں۔“

”نام کا پہلا حرف۔۔۔“

”پہلا حرف ’ف‘ ہے۔“

”لیکن اُس سے تو آپ کو کوئی خط نہیں ہو سکتا، حساب تو یہی بتا رہا ہے

تا کہ اُس کے لئے آپ مرث پوچھنا ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کو کسی مشکل میں

نہیں ڈال سکتا۔“

”اچھا، کسی ایسے دوست کے بارے میں بتائیے جس کا نام ’ف‘ سے

شروع ہوتا ہو۔“

”مجھے بیٹے، ”اود ہاتھ اٹھا کر بولی تھی اور پید پھر کچھ کہنے لگی تھی۔“

پھر ترک کر پوچھا، ”کیا یہ کوئی متلون مزاج آدمی ہے۔“

”جی ہاں۔“

”اود۔۔۔ ویسے دیر کا بڑا بھی نہیں معلوم ہوتا۔۔۔ بس اس کی متلون مزاجی

آپ کو لے ڈو لے گی۔“

فیاض کی چشمانی پر سینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں اود وہ سہرائی ہوئی

آواز میں لولا تھا میرا خیال ہے کہ یہ شخص میری بد نظمی کا باعث بن چکا ہے ۔
 " غلام علی کا مطلب یہ ہوا کہ میرا علم کیا ہے ۔
 " ہاں جانی آپ ایک بالکل فلاحی آدمی ہیں ۔
 " بہر حال یہ وقت آپ کیلئے ایسا ہے کہ آپ کو بہت قدم اختیار کرنے
 " آپ کا بہت بہت شکر ہے اگر اس طرح بہتوں کو کھانا اور ایک ملاکت بھی نہ ہوتی ۔
 " فیاض نے کہا کہ اگرچہ اس کی عمر کافی زیادہ ہے مگر وہ بہت سچا ہے وہ بہت غریب سے
 " سستی رہی تھی اور اس کے نام میں میرے بھی دل لگتی ہے ۔
 " اس نے دریافت کی تھی ۔
 " جی ہاں ۔ اور مجھے شب ہے کہ میرے دوست پر بھی کوئی ایسی ہی افتاد پڑ گیا ہے ۔
 " ورنہ آپ شک کوئی شکاری سارا دن کے جنگل میں لے دے دونوں تکم نہیں رہا کسی دیکھی
 " طرح ایک تک پہنچا رہا ہے ۔
 " لیکن آپ یہ تک پہنچتے ہیں کہ وہ زمین دھاریوں والی لاش آپ کے دوست
 " کی کا تھی ۔
 " نہیں ۔ اس کی تو نہیں تھی ۔ لیکن اس جنگل کے کسی حصے میں کوئی ایسی غیر معمولی آ
 " ملو جو ہو رہی ہے کہ وہاں ہر چکر آدمی کی ہیبت بدل جاتی ہے ۔
 " بعض ایک واقعے کی بنا پر ایسا نہیں کیا جا سکتا ۔
 " اور ایسا کوئی آدمی ساری دنیا میں ہی نہیں ہے ۔
 " حالت میں ۔ ایسے تو ایسا تسلیم کر لیا گیا ۔
 " جی ہاں ۔ ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے ۔
 " لہذا وہ کوئی معمولی آدمی تھا جو میرے معمولی ملاقاتی دوست ہو کر رہا ہے
 " رنگت کھو بیٹھا تھا ۔
 " اور اس کو دوسرے دوست کا کیا قصہ ہے ۔

میرا خیال ہے کہ یہ شخص میری بد نظمی کا باعث بن چکا ہے ۔
 " دوست نے اس کا جواب دیا ۔
 " اس دوست کی صحبت کیا ہے ۔
 " مجھے خبر ہے ۔
 " لیکن وہ ایک سراسر کاری جو بہت سے دوسروں میں ہے ۔
 " کچھ ایسی ہی بات ہے ۔
 " جی ہاں ۔
 " اس نے پتہ پر میرے کہہ کر حساب لگایا تھا اور سراسر کاری کا پتہ مل گیا اور وہی پہلی
 " تھی ۔ وہ آج کی عمر میں کہہ سکتا ہے ۔ لیکن آخر وہ آپ کے کٹھن
 " دوست کا کہہ سکتا ہے ۔
 " غلام علی نے جواب دیا ۔
 " جواب علی ، اگر آپ نے اس کی دوستی سے ان کو ڈال دیا تو اسے خاص سے
 " میں رہیں گے ۔
 " فیاض نے ہم میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہلکی ہلکی دھڑکیں ۔
 " سر جھکا کر ہنسا ۔
 " اس بار اس صورت نے اپنے ڈرائیو کو طلب کر کے کہا تھا کہ ۔
 " فیاض نے اس کو انٹر فیشل بل پر پھوڑا ہے ۔
 " فیاض نے کہا کہ ایسا نہ کرنا تھا کہ تو اس سے اس کا نام معلوم کیا تھا وہ
 " نہ ہی اپنا بتایا تھا ۔
 " راستے میں وہ سوچ رہا تھا کہ اگر غلام علی سے کسی طرح پتا چلتا ہے ۔
 " اس کی پشت پناہی کرتا تھا ۔ اور اس کو اتنا کھل کر سامنے آگئی تھی کہ اگر

اُس نے اُسکی طرف توجہ نہ دی تو کبھی بڑے تعان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

پول کی کیا فوڈیں گاڑی سے اترتے وقت اُس نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ اسکی طرف سے اپنی مالک کا مزید شکریہ ادا کر دے گا۔

اپنے کمرے میں پھر پچاسی ہتکار فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ چھپ کر بیوی اُٹھایا۔ دوسری طرف سے آواز آئی تھی کہ کیا خیال ہے کیچن فیاض۔ تم نے دیکھی ہارٹنٹ اُپیل جی ایسے شخی خوشے جسم میری نظر سے گزرتے ہیں۔ ۱۰

راجی بات ہے۔ دوسری طرف سے آواز آئی کہ ریل پر مینز پر رکھنا کہ سلسلہ منقطع نہ ہو۔ پھر ذرا اچھے کپڑے آگاہ کر سیتے پر نظر ڈالو۔ اُس کے بعد بات کرنا۔ ۱۰

”کف۔ کیا مطلب۔۔۔“

”جو کچھ کہہ رہی ہوں جلدی سے کرو ورنہ مطلب بھی معلوم ہو جائے گا۔“

فیاض نے ریسپونڈ پر ڈال دیا۔ اور کوٹ اُتار بیٹھا۔ اُن کی گردن صلی کر کے قیض اُتاری۔ اور پھر جہان اُسنے ہی اُس کی پیچ بھل گئی تھی سہینے سے نات نک وئی ہی رہ گئے۔ دھاریاں توجہ دھیں جیسی لاش پر دیکھ چکا تھا۔ ۱

پکھلا کر بیوی اُٹھایا اور پھینکی پھینکی سی آواز میں بولا یہ تم نے کیا کیا۔ ۱۰

اپنے خلاف توت فراہم کیا ہے۔ ۱۰

آخر تم چاہتے کیا ہو۔ ۱۰

اُس کی واپسی۔ ۱۰

دل۔ لیکن دھاریاں۔۔۔ ۱۰

”مجھے معمولی سی تنبیہ۔ اگر تم وعدہ کرو کہ اُس کی بازائی کے سہیلے میں جاری وعدہ کرو گے تو انہیں شاید یہ کہ تم میرے مقبیلے بنا دی جائے گی۔ ورنہ رفتہ رفتہ یہ دھاریاں تمہارے پورے جسم پر پھیل جائیں گی۔“

”م۔ م۔ م۔۔۔ وہ کونسا ہے۔“

”اُسنو۔ بد میرے بچہ جتنا تیز دور سے ہر دور۔ اُس وقت تک دور سے دیکھ جب تک بیدم ہو کر گزرتے جاؤ۔۔۔ اس غفلت اوقات میں ہی عمل دہرائے ہو دھاریاں غائب ہو جائیں گی۔ اور اُسکے بعد اگر تم اپنے وعدے پر قائم نہ رہے تو تم سمیت تمہارا مارا خانہ لانی دھاریاں ہو جائیگا۔“

”کیا ابھی وہ نہ شروع کر دی۔۔۔ اُس نے اٹھنا نہ لایا نہ بیٹھا تھا۔“

”یہی بہتر ہو گا۔ اُنکی نظر من کی قوت متحمل ہونی شروع ہو جائے گی۔“

فیاض نے لیسپر کر کیل پر رکھا تھا اور دیواروں کی طرح کمرے میں چکر لگانے لگا تھا۔ ساتھ ہی کپڑے بھی پہنتا جا رہا تھا۔ ۱

اور بالآخر وہ پول سے نکل جا گا۔ رات کے نو بج گئے تھے۔ مردار گڑھ کی مرکز میں نشان بھنے گئی تھیں۔۔۔ وہ اُنکوں کی طرح دوڑتا تھا۔ شاید اپنی پوری زندگی میں اُنا تیز کبھی نہیں دوڑا تھا۔ ۱

حبیبہ دلیت مہدر گرنی کے قریب موجود تھا؛ عمران کی ٹوئیر دیکھ کر اُنکی طرف پکا۔ ۱

”جیلزہ باؤ جلدی ہے۔۔۔ شاید ہمارا لدا قبا جا رہا ہے۔ عمران نے کہا تھا۔۔۔“

اور جب مہدر کے پیچھے ہی ٹوئیر طوفان کی طرح اُٹھ گڑھی تھی۔ ۱

”غلیٹ کے قریب ہی سے تعاقب شروع ہو رہا ہے۔“

”کوئی جواب کیا کر رہے۔“

”نکڑ کر۔ پیچھے ہی انخفا کر چکا ہوں۔ جہاں تعاقب کرنے والے کو ڈوچ دون کا“

”وہی دوسری گاڑی مل جائے گی۔“

اور چرواہوں کی باتوں میں بھی کسی قدر اندیشاں بنی تھیں۔ یہاں اب وہ عراق اور سرحد کی حیثیت سے تساحت نہیں کئے جاسکتے تھے۔

عمارت کے عقیقے میں بڑے بڑے ٹکڑے جو کچھ جہاں ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا۔ نہایت ساری سے چٹکے ہوئے تھے، عراقی ٹرکوں اور دیگر گاڑیوں کے درمیان تھا۔
 ”وہ دیکھو ان دیکھاؤں کو میری ٹریکری کی گئی ہے تک کرنی پڑی ہے“ عراقی ٹرک کی ساس لے کر بولا۔

”کیا اس گاڑی پر کئی آدمی تھے۔“

”میں عدد۔“

”دراپ اور وہ بھی کہیں پوری طرح ہوشیار نہ ہوں۔۔۔ درجے تو یقیناً کہ اب آپ وہاں کوئی قابل اعتراض چیز سرت سے نہ دیکھ سکی ہی نہیں۔“

”اس کے باوجود بھی آپ عمارت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔“

”تھوڑی دیر بعد وہ دراب اور کے قریب جا پہنچے تھے۔ تھاب کینے والوں کا دھور دھور تک پتا نہیں تھا۔“

دراپ اور کے عقب میں وہ ترک کے مکانوں اور دھوڑیں پر مشتمل بتیانی پھیل چکی تھیں! عمران نے اُدھر ہی ٹرک رکھا۔ اور پھر نظر کے میں بول: ”اگر ہمیں جاؤ تو مجھے بڑے حجامت کہنا۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”میرا تو قہر کیا تھا اس وقت پر دھوکا کتا ہے کہ وہ پوری طرح ہوشیار ہو گئے ہیں اور یہ بھی سامنے کی بات ہے کہ وہ عمارت وادی کے پہلے میں تھیں۔“

”اگر یہی ہو سکتا ہے۔“

”تپ کیا کہا جاتے ہیں۔“

”دراپ اور میں دم لگا رہا اور دھڑکے۔“

دراپ کیا وہاں فیاض سے کوئی حالت سرزد ہوئی ہے۔۔۔

”ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ یہ مقدار سرحد ہلا کر ہلا تھا۔“

”خیر! دیکھا جائے گا۔“

عمران نے اپنی ٹریکری ایک ٹری عمارت کے سامنے رکھی تھی جہاں کم از کم ساٹھ عدد چھوٹے چھوٹے ٹریکری موجود تھے۔

”اترو۔“ عمران نے اپنی سائیکل کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔۔۔

”تو اب کرنے والی گاڑی آجھے ٹریکری ہی تھی۔“

وہ زینے سے کھڑکی سے نزل پر آئے تھے اور عمران نے ایک ٹریکری کا قافلہ کھولا تھا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ عمران نے اندھیرے میں سوچا کچھ بوڑھوں کو دیکھنی کی تھی۔

”یہ کہاں لے آئے۔“

”وہ اسٹیشن۔ جہاں گاڑی بدلتی ہے اپنا بیچ دس منٹ مستطور اور

یہاں لباس بھی تبدیل کریں گے۔“

”آٹ۔“ وہ۔۔۔ آپ نے لباس شب رکھنے بھی کو کہا تھا۔۔۔ میں بھول ہی

گیا۔۔۔“

”معدہ نے تاسف سے کہا!

”منکر ذکر۔ لباس تو مہرمانی تبدیل کریں گے! اور اس گاڑی کے حسب حال

جس میں اب سفر کریں گے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”عمارت کی پشت پر ہمارے لئے ایک ٹرک موجود ہے۔۔۔ میں ڈراپ اور تم کلینر۔ اس گاڑی سے اپنے سائیکل پر تلوں تلاش کر لو۔“ عمران نے ایک ٹرک لے لیا تھا کہ کہا۔

تھوڑی دیر بعد انکا ٹریکری بدل کر دیا تھا۔۔۔ میں نے اپنی تلوں میں رہی تھیں

”آپ کی کوئی بات ہی مجھ میں نہیں آتی۔“

”سیر کر کرنی ہے دارالاب و انسی۔“

”بس اب خاموش بیٹے۔ جو کہیں گے کرو گناہ۔“

”کئی اہل عقول میں سے تیار انتخاب اسی نے تو کیا تھا۔“

وہ اگلی نشستوں سے اتر کر رُکے پچھلے جیسے تھے۔ انداز ایسا ہی تھا

جیسے چادر پہ تپیں گے اور لب کر رہ جائیں گے۔

”یہ تاروں بھرا آسمان۔“ عمران ٹھڈی سانس لے کر بولا۔

”کاش! میں مرغ پر جا سکتا۔“ وہ مصدقہ نے کٹھ اگایا۔

”اپنی پسند کی تہیں وہاں بھی نہیں مل سکتی گی۔“

”میرا جہاں ہے کہ میرے گھر پر زندگی موجود ہے۔“ مصدقہ نے کہا۔

”دوست فرمایا۔“ اچھے سے آواز آئی ”ماٹی گن کے شامے پہ ہیں آپ دونوں حضرات

اپنے آٹھ اوپ اٹھائے اور چپ چاپ بیٹھ کر آ رہے۔“

”کیا ہم مرغ پر پہنچ چکے ہیں۔“ عمران نے ذوالدار انداز میں مصدقہ سے پوچھا۔

”جی نہیں۔“ آواز میں ہے آتی تھی؟

”ماٹی گن کیا بولتی ہے۔“

”نیچے اترو۔“ اس بار سخت ہنسنے میں کہا گیا۔

”اے اے! کہتا تھا کہ بت زیادہ قابلیت کی باتیں دیکھا کرو۔“ عمران مصدقہ کو گھونسا

دکھا کر بولا۔

”تم نیچے اترتے ہو یا ہم نازنگ شروع کریں۔“

”جلو! اپنا نوک۔“ چڑ کر نہیں لائے۔“ مصدقہ نے آواز کر کہا۔

”کچھ بھی سی نیچے اترو۔“ نیچے سے آواز آتی تھی۔ بولنے والا ادھیر سے یہ کہیں

پوشیدہ تھا۔

عمران نے آواز کی طرف کوئی چہرہ اٹھائی تھی۔ نندو دارو دھماکا ہوا اور اس نے مصدقہ

کہا: ”ناک بند کر کے دوسری طرف چھلانگ لگا دو۔“

نندو دارو دھماکا ہوا اور مصدقہ نے غصے سے تیری لگائی۔ دو روز ہاتھ

جی میں پرہیز کر رہے تھے اور ایک طرف دوسرا رخ کر رہا تھا۔

پھر پھر وہی سو بونے لگنا تھا!۔۔۔ دھماکا کی آواز سے اس باس کے لوگ مر رہے ہوئے

تھے۔۔۔ یہ دو روز دوتے تھے۔ کوئی تعاقب میں نہیں آیا تھا! اپنے سامنے سے کچھ

لوگ اس کے دوتے کی آوازیں قریب ہوئی جاتی تھیں۔

”جھاگو۔ ہم پھٹے۔“ عمران نے دیکھ لگائی۔

”کب!۔ کدھر۔۔۔“ کئی آوازیں آئیں۔ دوتے نے برے تویم کر گئے تھے اور ڈولن

اُن کے قریب پہنچ گئے تھے۔

عمران پیچھے کی طرف اٹھ اٹھا کر بولا۔ ”وہ۔۔۔ ہم نے تو بچ کر محسوس کی تھی۔“

اور پھر وہ دوڑا اسی پھر میں مدغم ہو گئے تھے۔

”اب کب تک چلو۔“ عمران اہستہ سے بولا۔ ”وہیں کے شرت اور کج محسوس ہونے

لگے ہیں۔“

وہ اس خبر سے نکلے تھے اور ایک طرف چل پڑے تھے۔

”ماٹکن ہے؟ عمران بڑبڑایا۔ ”پوری طرف جاگ ہے میں لوگ۔“

”بچہ خدایا! کہیں تھا۔“

”تعلقی نہیں۔“ مصدقہ نے دھڑکنے والے دھڑکنے سے کہا۔ ”لیکن میں سب سے زیادہ غصے میں

”ہر حال تمام ناکارہ۔“

”جو لوگ میں ہیں۔“ وہ سچے طرح واقع معلوم ہوتے ہیں، ”جی چاہے کدھوں کے کان میں سنیں۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”جس کے کدھوں سے نہ سمجھنے تو کدھ کے کان آ سکتے ہیں۔“

برناتو مندر سے کیا تھا۔

جن اشارت کرو ورنہ ہر کہوں چلتے جو، عمر نے تھکا دی ہے میں کہا۔

”مل سکیں کون ہو تم۔“

”دوست و برگر نہیں ہو سکتے۔۔۔ جیلو۔۔۔ کرو اشارت۔“

”حق۔۔۔ رہیں رکڑا۔۔۔ عقوبت سے مندر لگا دو آئی۔“

”تم کیا جانتے ہو۔۔۔“

”میں کیا جانتی کہ جہاں سے ماورائے چاب چلے چلو۔“

”مقصود۔۔۔“

”مقصود تو اس سے کیا؟ تم تو حکم کے بندے ہیں۔“

”کون اس۔۔۔“

”اس سرور اس ہے، تم اپنی مائی بہانے ہیں۔“

”تجسوس کیا ہو کر سکا۔“

”یہ خیالوں میں بہت خوب ہے۔“

”تم ایک سرکاری کام میں مداخلت کر کے ہو۔“

”کس سرکار سے ملحق ہے شمار۔“

”میں۔۔۔ بنا چل جائے گا۔“

”دیکھا جائے گا۔“

”کھار کی سیلے ہی اشارت ہو کر کرکٹ میں آئی تھی اب اس جانب پڑا۔“

”راختم ہو کر۔۔۔“

”مجھے جواب دینے پر یا کھلی سیٹ ملے سے؟“

”جہاں تعین می آئی ہے۔“

”چپ چاپ بیٹھو۔“

اب بھی نہیں سمجھتا۔۔۔

”وہ تو میرا دوست تھا۔۔۔“

”کوئی دوسرا دوست ہے کہ میں نے نہیں سنا۔“

”راجھا یا ہے۔۔۔“

”مندی میری رشتہ داران ہو جو سب کی ایک سے نہیں جانتے تھے۔“

”پتہ دیکھو۔“

”اور اب۔۔۔“

”کے امکانات پر غور کرے۔۔۔“

”مجھے کچھ کہیے۔۔۔“

”میں وہ شاعری تم سے سنا میں اگر جانتے۔“

”راجھا تو کبھی تو دیکھتے تھے اس بار۔“

”یہ نکار ہو۔۔۔“

”وہ لکھتے ہیں یہ حوالہ دے گئے۔“

”گٹھن کے چپ چپ سے۔“

”اب۔۔۔“

”میں چپ چاپ بیٹھتا۔“

”وہ اس کا ہی بیٹا۔۔۔“

”عمر ان کی تقریباً آدھارست ہے۔“

”میں۔۔۔“

”تھے۔۔۔“

”ایک ایسی ہیٹھ پر تھا۔“

”وہ تو ایک ہیٹھ پر تھا۔“

”وہ تو ایک ہیٹھ پر تھا۔“

[illegible]

”خبردار، خبردار“ پچھلے ایٹم والا لکھ لکھ کر لیا، ایک نئی زبان میں جدید ہندوستانی مسمیٰ (مسمیٰ) نے رولنگ اسٹرٹنگ گولڈن پیسیدیا تھا، سہرہ ریل و ڈوٹس ملکیت بیوقوفی راہپن میں داخل تھے۔ ایک نکتے عجیب ان کے خواص عمل کرتے تھے تو وہ بہت نفلان کو سامنے رکھ لیا تھا تو جیسے جیسے نکلے تھے۔ اہم کیا خیال ہے دوستو۔“ بھرانے جیو نہ لے میں ہوا کیا۔

درنگ - کیا مطلب - : ایک برنگ کریم گیا۔

”میرزا قلیب کیوں ہر دم لڑتا رہا۔“

۱۰. تنہا رہیں تو یہ:

اگر کسی نے کسی کے آدمی کو بھرتے سے سختی کر دی تو یہ سختی اس کے لیے کامیاب ہے۔
اعلانِ کارنامہ کے ساتھ تمام ریلواری کچھ بھرتے ہیں۔ یہ وہ دھوکہ نہیں ہے۔ یہ سختی اس کے لیے کامیاب ہے۔
تھا۔ اگر کسی نے اس کے ساتھ سختی کر دی تو یہ سختی اس کے لیے کامیاب ہے۔
سختی کے ریلواری نکال دیا۔

”مختبر ہے، بددعا آئی، اقرار کیا کہ مہلہ“ عجم لڑا، دھمکے، جھگڑے، جھگڑا، اس سے زیادہ نہیں کہ تمہاری روٹی افسوس ہے۔“

١٠٠٠ - ١٠٠٠

فیسر آرمی جو سارے ساتھ تھا۔ بلکہ کیا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم اس کے ساتھ تھے۔

وہ کہہ بیٹ گیا ۔

آپ لوگوں کے ہونے سے حق پرستی اور میلے کیس سے کسی کو فوٹ کرنے گناہ ہے۔

تو یہ بات غلط تھی کہ تم دونوں کسی آلہ بڑی سے متعلق ہو۔

جی ہاں۔ ہم سرکاری ادارہ مفروضہ میں لیکن یہ تادیبی ہے ہمارا کوئی عقوبت نہیں ہے اس سے بڑا بکر جیپ ہے

اپنا کارڈ نکالا اور عمران کی طرف بھاگا جو اب اس کا ہم دونوں کی کچھ فزٹری کا کرتے ہیں۔
 ”اور اگلے۔“

”وہ یہی کہتا ہے کہ وہی آلہ نری کا آدمی ہے۔“

”معاذ اللہ تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ افضل ہی نے تمہیں اس سکا پر آمادہ کیا تھا۔“

۴۷ جی اے۔ بیس ہم تقریباً اُسکے شریک کار بن گئے تھے۔ گکاری بھی اُسی کی ہے۔

”میرے لیے یہ اس کے نہیں کیا بتایا تھا۔“

دوسرے کہ تھا کہ آپ لاکھوں کا کاردار کرتے ہیں۔ آپ کی خواتین خود فرام کرنا اسکے ذمے ڈالنا ہے
لہذا آصفیہ کیلئے بدلتا ہی گھر کی کہ یہ کام سرِ عجم ہے نہ خانہ ۱

لاکھ ہے اُسے جلتے ہوئے :

”پچھلے روز میں دو سے ۱۰“

”میری نگرانی کے شریعت میں ہے۔“

۱۰۔ آج سے ۱۰۔

۱۰ اقصیٰ کہاں رہتا ہے۔۔؟

”آپ یقین نہیں کر سکتے کہ ہم اس کی کیا گاہ کا پتہ نہیں مانتے۔ ہمارے حکماء میں تقریباً ہر ایک کی یہ صوابی ہے۔“

وتمہیں یقین ہے کہ وہ گاڑی اسی کی ہے :-

جی ان کیونکہ شرمناک سے پہنے گاڑی، اس سے پاس رکھی ہے۔

۱۰۔ تمام درویشوں کا رہنے کا پورا۔

• ایک ہی گھر میں۔۔۔ دونوں نے ملکر کرائے پر ایک فلیٹ لے رکھا، فیملی ان میں سے ہر ایک کے پاس۔۔۔ بزدلی،
نزل کا تھوڑا فلیٹ ہے۔۔۔

”مجموعہ تمباکوی بریاق کی تصدیق“

مشتاق ہے۔ یہ سب دیکر کہا "میرا نام اوست ہے مینا کا میرے کارڈ پر بھی تحریر ہے۔ اور یہ اکرم۔"

عزیز نے اس سوال کا جواب نہیں دیا تھا لیکن مضر محسوس کر رہا تھا جیسے وہ گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد اس نے صدف سے کہا "مجھ سے پہلے ہی افضل خان کی لڑائی سے چٹکارا لیا جا چئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ لڑائی کے پس منظر میں ان دونوں کا جہاں تم نے لڑائی چھوڑی تھی وہاں سے سیدھے رانا پتیس جانا اور افضل خان کی لڑائی میں ان سے نکال کر اسی علاقے کی کسی گلی میں چھوڑ دینا جہاں سے اُسکے غائب ہونے کی رپورٹ رونے کوئی گئی تھی لیکن خیال ہے کہ انہیں کہیں ہماری انگلیوں کے نشانات پاۓ نہ سہتے ہائیں :-

"آپ کہاں جا رہے ہیں :-

"میری نگرہ کر۔ اگر جہاں ضرورت ہوگی تو مطلع کروں گا :-

"اگن دولوں کا کیا ہو گا :-

"وہی بندہ ہے :-

"ناما نشان میں آجھنے میں بیجا ہے :-

مگر کچھ بھی بولنا لال انکا بندہ ہمای نہا ہے :- اور افضل خان کی لاش دریافت ہونے ہی نہ پڑیں گو سیدھے میرے ٹیوٹ کے آئیں گے :-

"یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ! وہ انھیں بھی ہمیں ہی کہہ چلا کرتے جیسے انھیں ان کا علم نہیں ہو رہا ہے۔

عزیز نے صدف کو بھیج کر لیا پاس آ کر اٹھا اور چپ کو آگے بڑھانے لیا تھا :-

"کیا بات ہے تمہیں کیا تکلیف ہے :- ڈاکٹر مسلسل پوچھے جا رہا تھا لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ جواب میں کیا کہہ رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ اسکی باتیں سمجھتا رہا تھا۔ بالکل عام آدمیوں کے سے انداز میں باتوں کا جواب دیتا تھا اور موت جب تک جا چکا تھا اسکا ذہن یہ تکلیف دہ باتیں ہی سمجھ لیتا تھا۔ صبح الوداع تو معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔ پھر اچانک اس نے چھانگ لگائی تھی اور ڈاکٹر کو روک دیا تھا۔ اس کی چیخیں سن کر پہلے ہی گئی لوگ کہے میں پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر کو جانے کیلئے اس پر ٹوٹ پڑے لیکن ڈاکٹر کو فطری نصیب نہ ہو سکی۔ اس نے ایک ہاتھ سے ڈاکٹر کی گردن دبوچ رکھی تھی اور دوسرے سے دھمکتے کر خزانوں کو روک لیا تھا جس میں ایک ہاتھ پر تالہ دواڑہ اس کے قریب جانے کی ہمت نہ کر سکا :- دیکھتی دیکھتی اس نے ڈاکٹر کا ہاتھ کر دیا۔ دوسرے لوگ کہہ کر سے نکل بھاگے تھے۔ اور دروازہ بند کیا کہ باہر سے قفل کر دیا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی لاش کے ساتھ اندر ہی رہ گیا۔ پھر کمرہ کی حالت میں ہلکے پڑ گیا تھا۔ جہوں نے آئے اس پر بے جا حالت میں دیکھا تھا بری طرح کانپ رہے تھے اور ایک آدمی کو صدف کو سہارہ دینے کی بنا پر بدشعور بھی ہو گیا تھا۔ "مٹی کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ اس کیسٹ کو تو میرا علم صرف جویا کی ذات کے محدود تھا۔ اور وہ خود اپنے منہ کے تنکے محمد کو روک رہی تھی۔ چوں کہ جویا سے تو میرا رابطہ قائم کر کے صورت حال سے مطلع کیا تھا اور جویا کو میری طرف سے بولنا تھی۔ "میں نہیں شائد یہ نہیں معلوم کہ وہ آپ میں خبر نہیں ہوتا۔ وہاں کہہ کر وہ دوسری طرف سے گھٹتی سمجھے کی کمی آواز میں آئی تھی۔ وہ خود ہی ہاتھ سے رابطہ قائم کر کے یا تو اطمینان دیتا ہے یا کچھ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ کیسے ہے۔ ویسے عزیز کہاں ہے؟

"کچھ نہیں ہائیں۔ فلیٹ میں تو ہے نہیں اتنی بار ڈرائی ہو گئے ہیں :-

"وہ آپ کی کمی کی بہت نہیں پڑ رہی کہ دروازہ کھول کر ڈاکٹر کی لاش ہی باہر نکال لے پتا نہیں لاش کا کیا ہوا ہے :-

"آخر آئے اس طرح رکھا ہی کیوں گیا تھا :-

"میں کچھ عزیز کی کا کیا دیکھ رہا ہے :-

"آخر وہ کہاں ہے :-

دھماکا دہرا آدمی کہہ سیکے خواجہ بیدار ہوا تھا اور کسی غیر طرح دھانے لگا تھا!

بہل اور گھبرانے کے بعد اس نے بتا دیا تھا کہ کسی کتے بھی نے نہیں پڑا ہوا ڈاکٹر کیا کہہ رہا ہے۔

دعا میں الفاظ کا گھومنا ہی نہیں اور وہ دوسروں تک کوئی مٹی نہیں بھر چکا ہے :-

رضائی کو علم ہو گیا۔ ۱۰

ٹھیک آتی وقت جب چوہان اپنے کمرے میں چرایا سے فن پر گفتگو کر رہا تھا ادھار پڑ
 آدی کے ساتھ کا دروازہ چمکت سمیت لکچل کر کے سے خوشی کا پڑتا۔۔۔ لگا ادھر وہ دھمکتے
 لگے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی بند کر کے لکچل لکچل تھی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ۱
 ادھار پڑ آدی افسانہ روز کے ہوئے تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی کو زندہ نہ چھوئے گا۔۔
 اور پھر ٹھیک اسی وقت عمران نے سنا تو کچھ غصہ میں قدم رکھا تھا اگرچہ ہی میں اسے علم ہو گیا کہ پوری
 منزل پر کیا ہوا ہے۔ عمران سوچ میں پڑ گیا۔ خود سے توروہ باجی نہیں کرنا۔ جو کچھ کہا جاتا
 تھا وہی کرنا تھا۔ پھر یک ایک اس تبدیلی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کہیں کچھ نے تجربے کے طور
 پر اسے غریب کاری کا پیشہ تو نہیں دے دیا۔۔۔ لیکن پھر اس خیال کی تردید دوسروں کے
 بیان سے ہو گئی تھی۔ انھوں نے بتایا کہ وہ بے خبر سو رہا تھا اب کتنے صاحبزادے ہر پیر ہو گیا۔
 ملان آسوت اور پھر خواجہ بھنگا مرزا ہو چکا تھا۔ لوگ دوسری منزل خالی کی گئے
 تھے اور اب وہاں ادھار پڑ آدی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چاہتا تو فرار بھی ہو
 سکتا تھا۔ گفت آنکہ آتی تو رہتے استعمال کرتا لیکن اس نے ایسی کوئی خوشش نہیں کی تھی۔
 لابی میں بیٹھا نظر آیا سرگشتیوں میں سے رہتا تھا۔

”سوڈا بی سارپ“ عمران نے اسے آواز دی۔

وہ چونک کر مفل بیٹھا تھا۔

”تم نے کیا کیا۔“

”جو کچھ سے کہا گیا۔“ اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”کس نے کہا تھا۔“

”مجھے یاد نہیں۔“

”کیا کہا گیا تھا۔“

”جو سامنے آئے اسے مار ڈالو۔ دوا لاری توڑ دو۔۔۔ دروازے اکٹھا دو۔“

”تم سہجے تھے۔“

”مجھ یاد نہیں۔“ اس نے کہا اور پھر بیٹھے بیٹھے عمران پر چھلانگ لگائی تھی عمران
 کو اس کا فتنہ نہیں تھا اس لئے ہوشیار بھی نہیں تھا۔ اس سمیت نرسن پر ملایا اور پھر اسے
 دبا دھکیں ہوا تھا جسے باز اوپر اٹھا کر اڑا کر ڈالی تھی جسے اس کے بچے سے بچل نہ جاتا تو
 ہڈیاں پتھر ہو جاتی تھیں۔

”اچھل کر دوڑ مارا کھڑا اور اس کے دوسرے علمے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے مضمحل
 بیٹھا دیکھ کر پہلے ہی کہا تھا کہ جو کچھ سمجھتا ہے اس پر طاری رہی تھی شام آباد ہوا تو کمرے کی
 سہ اور وہ اسے ہوشیار کر کے کچھ جلوت پر گزرتو جہ نہ کرنا۔ اسکی بجائے دوسرے طریقوں سے
 اس پر قابو پانے کی کوشش کرتا۔ بہر حال اب تو جلد ہی اسے مرزا ہو چکی تھی۔ کسی کیسی طرح
 اسے دہلارہ قابو میں کرنا تھا۔ ۱

وہ بھی اٹھ بیٹھا تھا اور کسی لڑکے طرح کے سے اغاز میں علمے کی گھات کر رہا تھا۔ ۱
 اس نے پھر عمران پر چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن بائیں بازو اس کا سر دھارت سے ٹکرا گیا تھا جسکی
 گونج پچھلی لابی میں چلائی تھی۔

وہ لوگھڑا ہوا تھا اور نرسن پر گزرتا تھا سر میں آنے والی جھٹائی میں ہی شدید جھکی کھیر
 نہ اٹھ سکتا۔ ۱

فوری طور پر ہوش ہو گیا تھا!

عمران اس کے قریب ہی کھڑا آئے پھر نرسن نظر سے دیکھتا رہا۔۔۔ کچھ جبر
 پہلے اس درندے نے سائیکو مینش کے ایک ماہر ڈاکٹر کی جان لے لی تھی۔ ۱

ختم شد